

تاریخ ملت  
حصہ اول

تاجی زین العابدین میرٹھی

188690

۹۲۲۵۹۷۱  
ز ت

UNIVERSAL  
LIBRARY

OU 188690

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. ۹۲۲۵۹۴۱ - Accession No. ۱۲۲۸

Author زین العابدین - ت

Title تاریخ ملت حیدرآباد

This book should be returned on or before the date last marked below.



سلسلہ ندوۃ المصنفین دہلی

(۵)

# تاریخ ملت حصہ اول

## نبی عربی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس میں متوسط استعداد کے بچوں کے لئے سیرت سرور کائنات صلعم کے  
تمام اہم واقعات کو اختصار و تحقیق اور جامعیت کے ساتھ نہایت سلیس اور  
شگفتہ زبان میں بیان کیا گیا ہے  
تالیف

قاضی زرین الدین صاحب میرٹھی

سیرت ندوۃ المصنفین کے انہام سے  
دلی پرنٹنگ ورکس میں طبع ہوئی

قیمت ایک روپیہ ۸ (ہجڑ)

۱۳۵۶ھ  
طبع دوم ۱۹۶۴ء



# فہرست مضامین نبی عربی صلعم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳	عرب کے میلے	۱۷	تمدنی حالت	۷	دیباچہ
۲۴	واقعہ برفیل	۱۸	غریبی حالت	۹	مقدمہ
۲۶	ولادت باسعادت	۷	سیاسی حالت	۷	علم تاریخ
۲۷	نسب نامہ	۱۹	اخلاقی حالت	۱۰	تاریخ کی ابتدا
۲۸	یتیمی	۷	عرب کے فائدان	۷	تاریخ کے بنیادی پتھر
۷	رعناعت	۲۱	قریش	۱۱	مقبول تاریخ
۲۹	شق صدر	۷	قریش کے بیانات خصوصی	۷	تاریخ کی قسمیں
۳۰	یسیری	۷	سدانہ	۷	تاریخ اسلام
۷	دادا کا انتقال	۷	سقایہ	۱۲	تاریخ اسلام کی خصوصیت
۳۱	شام کا سفر	۲۲	رنادہ	۷	دنیا کی ابتداء
۷	حلف فتنوں	۷	عقاب	۱۳	انسان کے کس طرح ترقی کی
۳۲	شام کا دوسرا سفر	۷	ندوہ مکہ کی قومی اسمبلی	۷	زبان
۷	حضرت خدیجہؓ و نکاح	۲۳	قیادہ	۱۲	عرب
۳۳	ایک مدبرانہ فیصلہ	۷	مشورہ	۷	نسل انسانی کی تین جنسیں
۳۴	قبل نبوت آپ کی سیرت	۷	قبۃ	۱۵	ملک عرب
۳۵	حمارِ حرارہ	۷	حکومہ	۱۶	آبِ دہوا
۳۶	شرفِ نبوت	۷	سقارہ	۱۷	عرب اسلام سے پہلے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۶	فتح کے بعد شکست	۵۴	بیعت عقبہ ثانیہ	۳۷	دعوت اسلام
۸۰	غزوہ بدر اور الاسد	۵۶	ہجرت مدینہ	۳۸	مخالفت
۸۱	مختصر تہ نصیب اور آن کے تفسیر قرآنی	۵۷	قبائرمیں نزول	۳۹	قرآن کریم کا جادو
۸۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت	۵۸	کہہ گئے جانے کا ملبورع	۴۰	معجزہ شوق القمر
۸۴	کی شان	۶۰	بھائی چاند	۴۱	ہجرت حبشہ
۸۶	غزوہ خندق	۶۱	سجد نبوی	۴۲	کافروں کی ایک اور چال
۸۷	نبی کریم کی بیعت کی کہانی	۶۲	نئے مخالفین	۴۳	نباشی کے سامنے حضرت
۸۸	حضرت عقیقہ کی بہاری	۶۳	جہاد	۴۴	جعفر کی تقریر
۹۰	واقعہ	۶۴	غزوہ بدر کی	۴۵	حضرت عمر سے سلام کی قوت
۹۱	صلح حدیبیہ	۶۵	صحابہ کا جوش ایمانی	۴۶	بائیکاٹ
۹۲	تاجدار مدینہ کی عظمت	۶۶	کافروں سے مقابلہ	۴۷	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی
۹۳	بیعت بنو انصاری	۶۷	قیدیوں کے بارہ میں صحابہ	۴۸	دومارتے (الوطالب اور
۹۴	صلح	۶۸	کی مختلف شانیں	۴۹	حضرت خدیجہ کی وفات)
۹۵	فتح یا شکست	۶۹	غزوہ غطفان	۵۰	طائف کا سفر واپسی
۹۶	بادشاہوں کے نام خطوط	۷۰	وغشور اور سرکار نامہ معلم	۵۱	معراج
۹۷	شہنشاہ اور عم کے نام	۷۱	کا مقابلہ	۵۲	حضور کا امتحان
۹۸	شاہ حبش کے نام	۷۲	وغشور کا مسلمان پر جانا	۵۳	حضرت ابوبکر صدیق کا لقب
۹۹	شاہ مصر کے نام	۷۳	وغزوہ احد	۵۴	قبائل عرب میں تبلیغ
		۷۴	بچوں کا شوق جہاد	۵۵	مدینہ میں اشاعت اسلام
		۷۵	دینگت اسلام کی صف بندی	۵۶	بیعت عقبہ اعلیٰ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۵	وفد بنی حنیفہ	۱۱۲	ہمیں رسول کافی ہیں	۹۹	دوسرے بادشاہوں کے نام
"	وفد کندہ	۱۱۳	دینہ کو واسپی	۱۰۰	غزوہ خیبر
۱۲۶	وفد نجیب	۱۱۵	غزوہ تبوک	۱۰۱	مضمون کی شانِ عفو
۱۲۸	وفات سرور کائنات	"	عاشقان رسول کی مہالی	"	تین سردارانِ کلمہ کا قبول
۱۲۹	بیاری	"	وستہ ربانیوں	"	اسلام
"	آخری خطبہ	۱۱۷	حج ابراہیم	۱۰۳	عمرہ و قضا
۱۳۱	آخری دیدار	"	دینہ میں عبداللہ بن ابی	"	سریعہ موت
"	وفات	۱۱۸	سنا قور کا امتحان حضور کا	"	زین بن جراحہ کو حضور صلعم
۱۳۲	صواہر کا ہراس	"	اس دشمن کے ساتھ بڑا	"	کی پڑائیں
۱۳۳	وفین	"	تبلیغ کا طریقہ	۱۰۵	فشیخ مکہ
۱۳۴	تتمہ کتاب	۱۲۰	حجۃ الوداع	۱۰۶	کہ میں داخدا
"	حالیہ مبارک	"	حضور کا شانہ و خطبہ	۱۰۷	کلیبہ کی صفائی
۱۳۵	امت کی مائیں	۱۲۲	وفد وکی آمد	۱۰۸	جنتِ اہل کی تائین جنت
"	اور مبارک	"	وفد ثقیف	۱۰۹	عہد کی پابندی
۱۳۸	اخلاق و عادات سرکارِ کائنات	۱۲۳	وفد بخران	۱۱۰	غزوہ یثرب
۱۳۹	سلام	۱۲۴	وفد قحطام	"	حضور صلعم کی موت و تقریر
۱۵۲	واقعات شہورہ سیر نبوی	"	وفد عبداللہ	"	انصار کا لغزہ مستانہ



# دیباچہ

طبع اقول

اسلام کا ماضی اس قدر شاندار ہے کہ دنیا کی کوئی ملت اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ تاریخ اسلامی کے ایک ایک باب میں حق پرستی، جواں سپاری، صداقت، شعاری، عدل گستری، معارف پروری کی ہزاروں داستانیں پنہاں ہیں۔ مسلمان بچوں کو اگر بچپن ہی سے اپنے اسلاف کے ان زریں کارناموں سے واقف کر دیا جائے تو وہ اپنے لئے اور ملک و ملت کے لئے بہت کچھ مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

یہاں میں محترم مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی ناظم ندوۃ المصنفین دہلی نے یہ خدمت میرے سپرد کی کہ میں ہندوستان کے مسلمان بچوں نے لئے تاریخ اسلام کا ایک مختصر نصاب مرتب کروں۔

بہرچند کہ میں اپنی ناقابلت اور مصروفیت کے سبب اس اہم کام کی انجام دہی کے لئے موزوں نہ تھا مگر تعمیل حکم اور تحصیل سعادت کے شوق میں اس بارگراں کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا حصہ "نبی عربی" جو سید المرسلین رحمۃ اللطیفین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ پر مشتمل ہے ہدیہ ناظرین ہے۔ اس حصہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) سیرۃ طیبہ سے متعلق تمام اہم واقعات اختصاراً کو مد نظر رکھتے ہوئے بیان کر دئے گئے ہیں۔

(۲) واقعات کے بیان میں تاریخی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مگر ربط و تسلسل کا دامن بھی کسی صورت ہاتھ سے نہیں چھوڑا گیا۔

(۳) جہاں کہیں ضرورت محسوس ہوئی ہے، وہاں واقعات کے اسباب و  
 علل سے بھی سہل انداز میں بحث کی گئی ہے۔ . . .  
 (۴) زبان آسان و سلیس لکھی گئی ہے اور بیان میں سادگی و خشکتگی کو ملحوظ  
 رکھا گیا ہے۔

(۵) تمام مضامین عربی کی بعض قدیم اور بیشتر جدید سیرۃ کی معتبر و مستند  
 کتابوں سے لئے گئے ہیں۔ سیرۃ کی جدید کتابوں میں سے یہ چار کتابیں تو اس  
 تالیف کے لئے اساطین اربعہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین (لشخ محمد الخضری، یک ادروس  
 التاریخ (اسلامی) (لمحی الدین انخراط) محمد رسول اللہ (الحمد رضا)  
 حیاۃ سید العرب (حسین عبداللہ باسلامہ)

جہاں کہیں ضرورت سمجھی گئی ہے، ماخذ کے حوالے بھی دیدئے گئے ہیں۔  
 امید ہے کہ یہ حصہ مسلمان بچوں کے علاوہ ان بڑوں کے لئے بھی جو  
 قلیل وقت میں سیرۃ طیبہ کی کثیر برکات سے مستفید ہونا چاہتے ہیں، مفید  
 ثابت ہوگا۔

قاضی منزل، میرٹھ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ

یوم جمعۃ المبارک

زین العابدین  
 کان اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على محمد المصطفى و  
على آله واصحابه الذين اصطفى.

## مقدمہ

### علم تاریخ :-

تاریخ ایک ضروری اور مفید علم ہے۔ اس سے ہم کو دنیا کی تمام  
نئی اور پرانی قوموں کے حالات معلوم ہوتے ہیں اور ہم ان کی ترقی  
اور تنزل کے اسباب سے واقف ہو جاتے ہیں، ہم جان جاتے ہیں  
کہ کس طرح ایک قوم عورت کے آسمان کا ستارہ بن کر چلی اور دوسری  
قوم ذلت کے میدان کی گردین کو منتشر ہو گئی۔

اس طرح ہمارا تجربہ بڑھتا ہے، ہماری معلومات میں زیادتی ہوتی ہے  
اور ہم اپنی اور اپنی قوم کی زندگی کو بہتر اور شاندار بنا سکتے ہیں۔

## تاریخ کی ابتدا :-

انسان کی عادت ہے کہ جب اس کی زندگی میں کوئی بڑا اور خاص واقعہ پیش آتا ہے تو وہ اسے ہمیشہ یاد رکھتا ہے بلکہ روزمرہ پیش آنے والے دوسرے چھوٹے موٹے واقعات کو بھی اس سے نسبت دے کر یاد رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا وہ ایک بڑا واقعہ تھا اب لوگوں نے اس واقعہ کی طرف نسبت دے کر کہنا شروع کر دیا کہ فلاں شخص طوفانِ نوح سے سو برس پہلے پیدا ہوا تھا یا فلاں لڑائی طوفانِ نوح سے پانسو برس بعد ہوئی تھی۔

بس اس طرح چھوٹے واقعات کو بڑے واقعات کی طرف نسبت دینے سے تاریخ کی بنیاد پڑ گئی اور آہستہ آہستہ بڑے ملکوں اور قوموں کی تاریخ تیار ہو گئی۔

## تاریخ کے بنیادی پتھر :-

یوں تو دنیا میں بہت سے بڑے بڑے واقعات پیش آئے جنکی طرف نسبت دے کر دنیا کی قوموں نے اپنے حالات کو محفوظ رکھا۔ مگر یہ تین واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن پر تاریخ کی بنیادیں اٹھیں۔ دنیا کی ابتدا۔ ولادت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ہجرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

## معتبر تاریخ :-

دنیا میں انسانی زندگی کی پوری تاریخ، باوجود لگاتار اور اتھکا کے کوششوں کے اب تک نہیں معلوم ہو سکی۔ جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ اس کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے اور اس تھوڑے سے حصہ میں سے بھی تحریری صورت میں تقریباً تین ہزار سال کے واقعات ملتے ہیں۔

## تاریخ کی قسمیں :-

انسانی تاریخ کی دو قسمیں ہیں، تاریخ عام اور تاریخ خاص۔ تاریخ عام میں تمام دنیا کے انسانوں کے حالات بیان کئے جاتے ہیں اور تاریخ خاص میں کسی خاص قوم یا کسی خاص گروہ یا کسی خاص سلطنت کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔

## تاریخ اسلام :-

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں مذہب اسلام کی ابتدا انسان کی پیدائش کے ساتھ ہوئی۔ دنیا میں جس قدر پیغمبر آئے ان سب نے اپنی امت کو اسلام ہی کا پیغام سنایا۔ یہ ضرور ہے کہ خدا کا یہ پیغام دنیا کے ابتدائی زمانہ میں اس وقت کی ضرورتوں ہی کے مطابق تھا۔ جب دنیا نے ترقی کی منزل میں قدم رکھا اور اس کی ضرورتوں میں اضافہ ہوا تو خدا کے پیغمبر نے اپنی امت کو اس پیغام کو مکمل صورت میں لے کر آئے۔ عام طور پر خدا کے اس

مکمل پیغام کو ہی اسلام کہا جاتا ہے۔  
 اس لئے تاریخ اسلام سے اس گروہ کی تاریخ مراد لی جاتی ہے  
 جس نے خدا کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ  
 خدا کے اس مکمل پیغام اسلام کو قبول کیا اور جو آج کل دنیا کے ہر حصہ میں تقریباً  
 ستر کروڑ کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔

## تاریخ اسلام کی خصوصیت :-

دنیا کی اکثر قوموں کی تاریخ کہا تیروں اور تصوں کی صورت میں  
 ملتی ہے۔ مگر اسلام کی تاریخ میں یہ بات نہیں ہے۔ مسلمانوں نے  
 شروع ہی سے اپنی تاریخ کو مستند طور پر لکھا ہے۔ اور ہر بات کا  
 حوالہ دے دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں "تاریخ اسلام"  
 خاص امتیاز رکھتی ہے۔

## وشیا کی ابتدا :-

دنیا کی ابتدا کے متعلق تاریخ کے عالموں میں اختلاف ہے۔  
 بعض مورخین کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے  
 صرف چار ہزار سال پہلے انسان پیدا ہوئے۔ بعض کا بیان ہے کہ  
 چھ ہزار سال پہلے اور بعض کا خیال ہے کہ لاکھوں سال پہلے۔ لیکن  
 سچی بات یہ ہے کہ دنیا کی اس سب سے پرانی بات کے متعلق  
 یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ ہاں یہ سب مانتے ہیں کہ دنیا کی  
 سب سے پرانی قومیں چینی، ہندوستانی اور مصری ہیں۔ اور یہ دنیا میں

آج سے چھ ہزار یا دس ہزار سال پہلے سے پائی جاتی ہیں۔

## انسان نے کس طرح ترقی کی۔

دنیا کے ابتدائی زمانہ میں انسان بالکل اسٹون ایگ تھا۔ پہلے اس نے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا سامان کیا، پھر کنبے اور خاندان بنائے پھر شہریاں اور سلطنتیں قائم کیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ ترقی کر کے انسان موجودہ تہذیب کی بلند منزل پر پہنچ گیا۔

## زبان :-

جب انسان اکٹھے رہنے لگا تو انہیں اپنی کہنے اور دوسرے کی سننے کے لئے بول چال کی ضرورت پڑی چنانچہ انہوں نے اس مطلب کے لئے کچھ الفاظ متعارف کرائے۔ یہی زبان کی ابتدا ہے جب تک انسان دنیا میں ایک جگہ رہے زبان بھی ایک رہی، لیکن جب آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے وہ مختلف قوموں اور گروہوں میں بٹ گئے تو ان کی زبانیں بھی مختلف ہو گئیں۔

# عرب

علمائے تاریخ نے نسل انسانی کو تین جنسوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) جنس ابیض

یہ وہ قوم ہے جو ایران میں پیدا ہوئی، پھر وہاں سے نکل کر ہندوستان مغربی ایشیا اور پھر تمام یورپ میں پھیل گئی۔

(۲) جنس اصفر

یہ وہ قوم ہے جو ملک چین میں پیدا ہوئی، پھر وہاں سے نکل کر شمالی ایشیا اور جزائر ہلاکاکا تک پہنچی۔

(۳) جنس اسود

یہ وہ قوم ہے جو افریقہ اور اسٹریلیا میں پیدا ہوئی۔

نسل انسانی کی ان تین جنسوں کے میل ملاپ سے اور بہت سی درمیانی جنسیں پیدا ہوئیں۔ چنانچہ عرب اس درمیانی جنس سے ہیں جو جنس ابیض

اور جنسِ اسود کے میل ملاپ سے پیدا ہوئی اور جسے "جنسِ اسمر" بھی کہا جاتا ہے۔

## ملکِ عرب :-

عرب کا ملک ایک جزیرہ نما ہے جو بحرِ احمر، بحرِ ہند، خلیجِ عمان اور دریائے فرات سے اس طرف گھرا ہوا ہے کہ ایک جزیرہ معلوم ہوتا ہے لیکن خود ملک کے اندرونی حصہ میں پانی کی بڑی کمی ہے اور خشک پہاڑوں اور پہاڑیوں کی کثرت ہے۔

طبعی لحاظ سے اس ملک کے پانچ حصے ہیں۔

تہامہ :- یہ وہ حصہ ہے جو بحرِ قلزم کے کنارے سے جبلِ سراء تک پھیلا ہوا ہے۔

حجاز :- یہ جبلِ سراء کا کوہستانی سلسلہ ہے جو یمن سے شام تک پھیلا ہوا ہے۔

نجد :- یہ اس کوہستان کا مشرقی حصہ ہے جو یمن سے سماوہ عروض اور عراق تک پھیلا ہوا ہے۔

یمن :- یہ وہ ٹکڑا ہے جو نجد کے جنوب سے بحرِ ہند کے ساحل تک اور مشرق میں، حضر موت، شحر اور عمان تک پھیلا ہوا ہے۔

عروض :- یہ وہ قطعہ ہے جس میں یمامہ، بحرین وغیرہ واقع ہیں۔

## آب و ہوا :-

ملک عرب کے اکثر حصوں کی آب و ہوا گرم و خشک ہے۔ یہاں کے بلند حصوں میں گرمیوں کے زمانہ میں رات معتدل ہوتی ہے۔ اور جاڑوں میں پانی جم جاتا ہے۔ مشرقی ہوا یہاں سب سے بہتر سمجھی جاتی ہے جسے صبا کہتے ہیں یہاں کے بہت سے شاعروں نے صبا کی تعریف میں شعر لکھے ہیں۔ بادِ سموم اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ مجلسا دینے والی گرم ہوا ہوتی ہے۔ یہاں کا سب سے اچھا موسم موسمِ ربیع ہے۔ یہ موسم بارشوں کے بعد آتا ہے۔ اس موسم میں گھاس آگ آتی ہے، جس سے خشک زمینیں لہلہا اٹھتی ہیں اور مویشیوں کے چارہ کا انتظام ہو جاتا ہے

# عرب اسلام سے پہلے

تمدنی حالت :-

خشک ملکوں کا یہ خاصہ ہے کہ وہاں کے رہنے والے کسی ایک مقام پر مکان بنا کر نہیں رہتے، بلکہ اکثر خانہ بدوش ہوتے ہیں چنانچہ ملک عرب کے لوگ بھی اپنے اور اپنے مویشیوں کے لئے گھاس اور پانی کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرتے رہتے تھے۔ ان کی بسر اوقات زیادہ تر اونٹوں اور بکریوں کی پرورش پر تھی۔ ظاہر ہے کہ جس قوم کی گزر بسر ہفت جانوروں کی پرورش پر ہو اسے خوشحالی سمیتر نہیں ہو سکتی اور جب خوشحالی نہ ہو تو امن و امان کہاں۔ اسی وجہ سے یہ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ ایک قبیلہ دوسرے سے قتلہ پر حملہ کر کے اس کے مویشی چھین لیتا تھا اور یوں لڑائی جھگڑوں کا ایک مستقل سلسلہ جاری رہتا تھا۔

ہاں کچھ لوگوں کا پیشہ تجارت بھی تھا۔ یہ لوگ سو داگری کا سامان

لے کر یمن اور شام جایا کرتے تھے مگر راستوں کی خرابی اور بد امنی کی وجہ سے ان کی تجارت ترقی نہ کر سکی۔

## مذہبی حالت :-

نبی عربیؐ کی پیدائش سے پہلے عرب والوں کی مذہبی حالت بھی ابتر تھی کہنے کو تو وہ حضرت ابراہیمؑ کے پیرو تھے مگر سچ یہ ہے کہ انہیں حضرت ابراہیمؑ کے دین سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اکثر قبیلے بڑے پکے بت پرست آتھے۔ خدا کے پاک مگر کعبہ میں جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی عبادت کے لئے نئے سرے سے بنایا تھا۔ بت رکھے ہوئے تھے۔

## سیاسی حالت :-

عرب کے لوگ بہت سے قبیلوں میں بیٹے ہوئے تھے اور ہر قبیلے کا سردار الگ الگ ہوتا تھا۔ یہ سردار اگرچہ بادشاہ نہیں ہوتے تھے مگر اپنے اپنے قبیلہ میں انہیں وہی رتبہ اور اختیارات حاصل ہوتے تھے جو بادشاہوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ کی پیدائش کے وقت مکہ معظمہ کے سرداران کے دادا عبدالمطلب تھے۔ اس کے علاوہ روم اور ایران کی سرحدوں پر بسنے والے بعض عرب قبیلوں میں باقاعدہ ریاستیں بھی قائم تھیں۔ مگر ان کے رئیس روم اور ایران کے بادشاہوں کے ماتحت ہوتے تھے

## اخلاقی حالت :-

عرب والوں کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب تھی۔ یہ لوگ ہمیشہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے بعض دفعہ معمولی معمولی باتوں پر لڑائی چھڑ جاتی تھی اور برسوں تک جاری رہتی تھی۔ جا کھیلنے کا عام رواج تھا اور شراب پینے کو فخر کی بات سمجھتے تھے۔ بعض خاندانوں میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا بھی دستور تھا۔

ہاں بعض باتیں ان میں اچھی بھی تھیں۔ یہ لوگ تلوار کے دھنی اور بات کے پتے ہوتے تھے۔ جہان نوازی اور بخشش کا بھی ان میں رواج تھا

## عرب کے خاندان :-

علمائے تاریخ نے عرب کے رہنے والوں کو جو حضرت لوح کے بیٹے سام کی اولاد ہیں تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔  
عرب باندہ۔ عرب عاربہ۔ عرب مستعربہ۔

(۱) عرب باندہ۔ یہ عرب کے وہ پرانے باشندے ہیں جن کا اب نام و نشان نہیں رہا۔ ان میں عاد، ثمود، جدیس، طسنم، علق، امیم، جرہم اور جاسم شامل ہیں۔ ان میں سے اکثر خدا کے عذاب کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے۔

(۲) عرب عاربہ۔ یہ یمن اور اس کے قرب و جوار کے باشندے ہیں اور بنو قحطان کہلاتے ہیں۔ بنو جرہم اور بنو عرب انہی کی شاخیں ہیں۔

بنو لویب میں سے عبد شمس جو سبار کے نام سے مشہور ہے یمن کے تمام قبیلوں کا جد امجد (بڑا دادا) ہے، اسی نے یمن کا مشہور شہر "مارب" بسایا تھا اور وہاں تین پہاڑوں کے درمیان ایک بہت بڑا بند باندھا تھا۔ اس بند میں بہت سے چشموں کا پانی آکر جمع ہوتا تھا جس سے بلند مقامات کے گھیتوں اور باغوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ یہ بند کچھ مدت بعد کمزور ہو کر ٹوٹ گیا تھا جس سے سارے ملک میں بہت بڑا سیلاب آگیا تھا۔ اس سیلاب کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے اور عرب کی کہانیوں اور شعروں میں بھی جا بجا موجود ہے۔ اس سیلاب سے تباہ ہو کر یمن کے اکثر فاندان دوسرے مختلف مقامات پر جا بسے تھے (۳) عرب مستعربہ۔ یہ حجاز اور نجد وغیرہ کے باشندے ہیں اور حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہیں۔ ان میں بہت سے قبیلے ہیں جن میں "ربیعہ" اور "مضمر" مشہور ہیں۔ "مضمر" ہی کی ایک شاخ "قریش" بھی ہے جس سے نبی عربی صلعم کا تعلق ہے۔ عرب مستعربہ کو "بنو عدنان" بھی کہتے ہیں۔

## قریش :-

عرب کے تمام قبیلوں میں خاندان قریش کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ کعبہ جو تمام عرب کا دینی مرکز تھا اس کے متولی یہی قریش تھے اور مکہ معظمہ کی ریاست بھی انہی سے متعلق تھی۔ قبیلہ قریش کی بڑی بڑی شاخیں یہ تھیں :-

ہاشم، امیہ، نوفل، عبدالدار، اسد، تیم، مخزوم، عدی، جمح، سهم، مکہ معظمہ کے تمام ذمہ داری کے عہدے انہی شاخوں میں بٹے ہوئے تھے ان عہدوں اور ان کے متعلقین کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) سدان یعنی کعبہ کی حفاظت اور اس کی خدمت۔ محافظ کعبہ ہی کے پاس کعبہ کی کنجی رہتی تھی اور وہی لوگوں کو اس کی زیارت کراتا تھا۔ یہ عہدہ بنی ہاشم کے خاندان میں تھا اور بنی عدی کی پیدائش کے زمانہ میں آپ کے دادا عبدالمطلب اس عہدہ پر مقرر تھے۔

(۲) سقایہ یعنی پانی کا انتظام۔ مکہ معظمہ میں پانی کی قلت اور موسم حج میں ہزار ہا زائرین کے جمع ہو جانے کی وجہ سے پانی کا خاص انتظام کیا جاتا تھا اس کی صورت یہ تھی کہ چڑے کے حوض بنوا کر انہیں صحن کعبہ میں رکھ دیا جاتا تھا اور اس پاس کے پانی کے چشموں سے پانی منگوا کر انہیں بھردیا جاتا تھا۔ جب تک جاہ زمزم دوبارہ صاف نہ ہو گیا یہ دستور جاری رہا۔ سقایہ کی خدمت بنی ہاشم سے متعلق تھی۔

(۳) رفاہہ نائزین کعبہ کی جہانداری کے لئے قریش کے تمام خاندان ایک قسم کا چندہ ادا کرتے تھے۔ اس چندہ سے غریب نائزین کے کھانے

پینے کا انتظام کیا جاتا تھا۔ یہ خدمت پہلے بنی نوفل سے متعلق تھی، پھر بنی ہاشم کے حصہ میں آئی۔

(۴) عقاب۔ یہ قریش کے قومی جھنڈے کا نام تھا۔ جب لڑائی کا زمانہ ہوتا تھا تو اسے نکالا جاتا تھا۔ اگر اتفاق رائے سے کوئی معزز شخص جھنڈا اٹھانے کے لئے تجویز ہو گیا تب تو اسے دیدیا جاتا تھا، ورنہ جھنڈے کا محافظ جو بنی امیہ کے خاندان میں سے ہوتا تھا، یہ خدمت انجام دیتا تھا۔

(۵) ندوہ۔ یہ مکہ کی قومی اسمبلی تھی۔ قریش مشورہ کرنے کے لئے یہیں جمع ہوتے تھے۔ یہیں جنگ و صلح اور دوسرے بڑے بڑے معاملات کے فیصلے ہوتے تھے اور قریش کی شادیاں بھی یہیں ہوتی تھیں۔ "ندوہ" کا انتظام بنی عبدالدار سے متعلق تھا۔

(۶) قیادہ۔ یعنی قافلہ کی رہنمائی، جس شخص سے یہ منصب متعلق ہوتا تھا وہ تجارت اور لڑائی کے سفروں میں قافلہ کی رہنمائی کرتا تھا۔ یہ منصب بنی امیہ کے پاس تھا اور ابتداء اسلام میں حضرت معاویہ کے والد ابوسفیان اس منصب پر مقرر تھے۔

(۷) مشورہ۔ جس شخص سے یہ منصب متعلق ہوتا تھا اس سے خاص معاملات میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ قریش کسی معاملہ کا آخری فیصلہ کرنے سے پہلے مشیر کی رائے ضرور حاصل کر لیتے تھے۔ یہ منصب "بنی اسد" سے متعلق تھا۔

(۸) قبہ۔ حبيب کہ والے لڑائی کے لئے نکلنے کا اناوہ کرتے تو ایک خیمہ نصب کیا جاتا، اس خیمہ میں لڑائی کا سامان جمع کر دیا جاتا تھا۔ یہ ذمہ داری

بھی قریش کے کسی خاندان سے متعلق ہوتی تھی۔

(۹) حکومتہ۔ یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا۔  
 (۱۰) سفارہ۔ یعنی ایچی گری، جب کسی دشمن قبیلہ سے صلح کی بات چیت ہوتی تو کسی سمجھ دار آدمی کو اس کام کے لئے مقرر کیا جاتا۔ ابتداء اسلام میں قریش کے آخری سفیر حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ ”قریش“ عرب کا سب سے زیادہ معزز قبیلہ تھا۔ پھر قریش میں بھی بنی ہاشم کا خاندان سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ کیونکہ اکثر بڑے بڑے عہدے ان ہی سے متعلق تھے۔

## عرب کے میلے۔

عرب میں میلوں کا بھی دستور تھا، رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے چار مہینے میلوں کے لئے مخصوص تھے، ان میلوں میں تمام عرب کے لوگ جمع ہوتے تھے اس لئے ان چار مہینوں میں لڑائی موقوف رہتی تھی۔

ان میلوں میں سب سے بڑا میلہ ”عکاظ“ کا تھا جو مضافات مکہ میں طائف کے قریب لگتا تھا۔ عرب کے تمام قبیلوں کے غیموں سے میدان پٹ جاتا تھا۔ اور بیس دن تک خرید و فروخت مشاعروں اور جلسوں کی چابھی رہتی تھی۔ بڑے بڑے جوٹی کے شاعر یہاں آکر اپنا اپنا کمال دکھاتے تھے اور اپنی محنت کی فاد دیا لے تھے۔ اس میلے میں جو نیک تمام عرب کے قبیلے جمع ہوتے تھے اس لئے یہیں مختلف قبیلوں کے جھگڑوں

کا بھی فیصلہ ہوتا تھا۔

## واقعہ قبیل :-

اسلام سے پہلے کا ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ چھٹی صدی عیسوی کے درمیان بین کارٹیس ایک شخص ابرہہ نامی تھا۔ ابرہہ عیسائی مذہب کا ماننے والا تھا اور حبش کی عیسائی سلطنت کے ماتحت تھا۔ ابرہہ کو عیسائی مذہب کی اشاعت کا بڑا خیال تھا چنانچہ اس نے اپنے دارالسلطنت ”صنعا“ میں ایک مالیشان گرجا تعمیر کرایا اور عرب والوں کو ترغیب دی کہ وہ خانہ کعبہ کا حج اور طواف کرنے کی بجائے اس گرجا کا حج اور طواف کیا کریں۔ ابرہہ کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح عرب کے لوگوں کو عیسائی بنا لیا جائے۔

عرب کے اکثر قبیلوں نے ابرہہ کا یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس سے وہ جل گیا اور اس نے سوچا کہ خانہ کعبہ کو سہار کر کے قصہ ہی پاک کر دے۔ چنانچہ وہ بہت بڑے لشکر کے ساتھ جس میں تیرہ ہاتھی بھی تھے کعبہ کو سہارا کرنے کے لئے چلا۔ ابرہہ کا لشکر جب مکہ کے قریب پہنچا تو لشکر والوں نے مکہ والوں کا بہت سا سامان لوٹ لیا جس میں ہمارے نبی عربی کے دادا سردار مکہ حضرت عبدالمطلب کے دو سواونٹ بھی تھے۔ عبدالمطلب لشکر لگاہ میں ابرہہ کے پاس پہنچے، ابرہہ نے ان کی بڑی تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھایا اور پھر آنے کی وجہ پوچھی۔ عبدالمطلب نے کہا آپ کے سپاہی میرے دو سواونٹ ہنکالائے انہیں واپس دلوا دیجئے، ابرہہ نے کہا اسے سردار نہ مجھے تعجب ہے کہ تم نے اپنے اونٹوں کے متعلق تو سوال کر دیا مگر کعبہ

کے متعلق کچھ نہ کہا جسے میں گرانے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے جواب دیا  
 اسے بادشاہ! میں تو اونٹوں کا مالک ہوں لہذا مجھے ان کی فکر ہونی  
 جو "کعبہ" کا مالک ہے وہ اس کا انتظام کر لے گا سا رہے اس جواب  
 کو سن کر چپ ہو گیا اور حضرت عبدالمطلب کے اونٹ واپس کرنے  
 کا حکم دیا۔

ابراہیم کے پاس سے لوٹ کر حضرت عبدالمطلب کعبہ میں گئے اور  
 اس کا ملکہ پکڑ کر خدا سے اس کی حفاظت کی دعا مانگی اور پھر سب مکہ  
 والوں کو لے کر اس پاس کی پہاڑیوں میں پھپ گئے۔

خدا نے عبدالمطلب کی دعا قبول فرمائی۔ جو نبی ابراہیم نے مکہ میں  
 داخل ہونے کا ارادہ کیا ہزار ہا پرند فضا میں بھاگے جن کی چیخ اور  
 بچوں میں بھونٹ بھونٹ کنکریاں تھیں۔ یہ کنکریاں انھوں نے ابراہیم  
 کی فوج پر برسانی شروع کر دیں، کنکریاں کیا تھیں خدا کا عذاب  
 تھیں۔ جس کے سر پر پڑیں اسے زندہ نہ چھوڑا۔ ابراہیم کی ساری  
 فوج تتر بتر ہو گئی۔ خود اس کے ہاتھوں نے اس کی فوج کو کھل ڈالا۔  
 ابراہیم اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ بھاگ کر مین پہنچا جہاں کچھ عرصہ  
 بعد وہ مر گیا۔

مکہ والوں نے اس غیبی فتح کی بڑی خوشی منائی اور اسے کسی  
 آنے والے مبارک واقعہ کا نیک شکون قرار دیا۔

## ولادت باسعادت

واقعہ قبل کے کچھ ہی بعد اسی سال مکہ کے مقدس شہر اور قریش کے معزز خاندان میں ان کے محترم سردار حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ کے گھر ہمارے تمہارے آقا، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲ ربیع الاول ۵ سنہ قبل "مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۰ء یوم دو شنبہ ہے۔

آپ کی پیدائش اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا درمیانی زمانہ ۵۷۱ سال ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درمیانی زمانہ ۱۷۱۶ سال ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درمیانی زمانہ ۵۴۵ سال ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور طوفان نوح کا درمیانی زمانہ ۱۰۸۱ سال ہے۔ اور طوفان نوح اور حضرت آدم علیہ السلام کا درمیانی زمانہ ۲۳۲۲ سال ہے۔ اس حساب سے آپ کی پیدائش اور حضرت آدم علیہ السلام

کے درمیان ۶۱۵۵ سال کی مدت ہوتی ہے۔

### نسب نامہ :-

والد محترم کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے :-

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم  
 عبد اللہ عبد المطلب ہاشم کعب مناف  
 قصی کلاب مرہ کعب لویٰ غالب  
 قریش مالک نضر کنانہ خزیمہ عدنان  
 الیاس مضر نزار معد عدنان

عدنان کے بعد سلسلہ نسب مبارک کی لکڑیوں میں مورخین کا اختلاف ہے۔ مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ لکڑیاں حضرت اسمعیل ذبیح اللہ علیہ السلام سے جا ملتی ہیں۔

والدہ محترمہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے :-  
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آمنہ وہب عبدمناف  
 دہرہ کلاب  
 کلاب کے بعد کی لکڑیاں وہی ہیں جو اوپر مذکور ہو چکیں۔

## یتیمی :-

سرکار اپنی ولادت سے دو مہینے پہلے ہی باپ کے سایہ سے محروم ہو چکے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تجارت کے سلسلہ میں ملک شام کی طرف گئے تھے۔ راستہ میں بیمار ہو گئے اور مدینہ میں اپنی ننھیال قبیلہ بنی نجار میں آ کر گئے، اور وہیں انتقال فرمایا۔ انھوں نے اپنے بعد پانچ اونٹ اور ایک باندی ترکہ میں چھوڑ دی۔

## رضاعت :-

عرب کے شرفا رکاد دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دیہات کی دایوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ تاکہ وہاں کی صاف و تازہ ہوا میں ان کی تندرستی بھی اچھی رہے۔ اور ان کے اخلاق بھی درست رہیں۔ چنانچہ اس دستور کے مطابق عبدالمطلب نے اپنے پیارے پوتے کو قبیلہ بنو سعد کی ایک بی بی حضرت حلیمہ کے سپرد کر دیا۔ حضرت حلیمہ نے سرکار کو چار سال تک اپنے گھر کی رونق بنا سنے رکھا اور اس زمانہ میں ان کے گھر میں عجیب عجیب برکتوں کا ظہور ہوا۔

## شق صدر

جب حضور چوتھے سال میں تھے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک دن آپ بستی کے پھوڑے اپنے دودھ خریک بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے۔ یکایک دو شخص سپید لباس پہنے ہوئے آپ کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ انھوں نے آپ کو زمین پر لٹا دیا اور سینہ مبارک چاک کر کے اس میں سے کوئی چیز نکال کر بھینک دی۔ پھر سینہ اسی طرح جوڑ دیا اور دونوں کا نہ ہوں کے درمیان مہر نبوت لگا کر غائب ہو گئے۔

یہ عجیب واقعہ دیکھ کر آپ کے بھائی بھاگے ہوئے گھر گئے اور اپنے ماں باپ کو سارا قصہ سنایا۔ دونوں میاں بیوی یہ قصہ سن کر کہنے کا نیتے چراگاہ پہنچے، دیکھا تو حضور کا رنگ فق پڑا ہوا ہے۔

انھوں نے فوراً سینہ سے لگا لیا اور بوجھنے لگے۔ لال! کیا بات ہوئی خوف زدہ کیوں ہو۔ حضور نے بھی وہی قصہ دہرایا۔ حضرت علیہ اور ان کے شوہر نے آپ کو تسلی دی اور کھلے آئے۔

لیکن اس واقعہ کے بعد علیہ فکر میں پڑ گئیں کہ اس دفعہ تو خدا نے خیر کر دی پھر کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا تو کیا ہوگا۔ اس لئے اگر چہ دل نہ چاہتا تھا مگر مجبوراً حضور کو لے کر مکہ روانہ ہو گئیں اور حضرت آمنہ کی امانت ان کو واپس کر دی۔

## سیری :-

سرکار کی عمر چھ سال کی تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ آپ کو آپ کے والد ماجد کی نھیال مدینہ منورہ لے گئیں۔ واپسی میں راستہ ہی میں بیمار ہوئیں اور مقام ”ابوار“ میں انتقال فرمایا۔ اب آپ کی پرورش کی سعادت، آپ کی باندھی ام ایمن کے حصہ میں آئی اور سرپرستی کا فخر آپ کے دادا عبدالمطلب کو حاصل رہا۔

عبدالمطلب اپنے ہونہار پوتے سے بڑی محبت کرتے تھے اور اکثر کہا کرتے ”میرے اس فرزند کی بڑی شان ہے“

## دادا کا انتقال :-

دو سال بعد آپ کے دادا عبدالمطلب کا بھی انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۴۴ سال کی تھی۔ عبدالمطلب کے انتقال پر ان کے بیٹے اور حضور کے چچا ابوطالب کے حصہ میں یہ دولت آئی اور وہ حضورؐ کی سرپرستی فرماتے رہے۔

ابوطالب بھی اپنے بھتیجے سے بڑی محبت کا برتاؤ کرتے تھے جہاں جاتے اپنے ساتھ لے کر جاتے اور جب سوتے تو اپنے پہلو میں سلاتے۔ غرض کسی وقت آنکھوں سے اوچھل نہ ہونے دیتے۔

مگر آنکھوں نے آپ کی تعلیم کا کوئی انتظام نہ کیا۔ اس زمانہ میں ٹھہنے لکھنے کا کچھ ایسا دستور بھی نہ تھا۔ پھر خدا کو منظور بھی یہ تھا کہ وہ ایک امی دغیر تعلیمیافتہ کو دنیا بھر کی قوموں کا استاد بنا لے اور اپنی قدرت کا تماشہ دکھائے

## شام کا سفر:-

سرکار کی عمر مبارک تیرہ سال کی ہوئی تو آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا پہلا سفر کیا۔ جب قافلہ شہر "بصری" پہنچا تو وہاں ایک عیسائی راہب بھیرا نے آپ کو دیکھا۔ بھیرا نے آپ میں نبوت کی علامتیں پا کر آپ کے چچا ابو طالب کو مشورہ دیا کہ وہ آپ کو لے کر واپس لوٹ جائیں کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ کہیں یہودی آپ کو قتل نہ کر دیں۔ چنانچہ ابو طالب آپ کو لے کر مکہ واپس لوٹ آئے۔

## حلف فضول:-

حضور کی عمر پندرہ سال کی تھی کہ آپ کے دوسرے چچا حضرت زبیر کی تحریک پر قریش کے قبیلوں نے ایک معاہدہ کیا کہ "اگر مکہ میں کوئی مظلوم آئے تو وہ اپنا ہویا غیر ہم اس کی حمایت کریں گے" حضورؐ نے بھی اس معاہدہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

## شام کا دوسرا سفر:-

پچیس سال کی عمر میں حضور نے شام کا سفر دوسری مرتبہ کیا اس مرتبہ آپ مکہ کی ایک ممتاز مالدار بی بی حضرت خدیجہ کی طرف سے تجارت کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت خدیجہ کے فلام میسرہ بھی تھے۔

اس سفر میں آپ کی ملاقات پھر ایک ماہب سے ہوئی جس کا نام "نسطورا" تھا۔ بحیرہ کی طرح نسطورا نے بھی آپ میں نبوت کی علامتیں دیکھیں اور آپ کی رسالت کی پیشینگوئی کی۔ آپ کو اس سفر میں بڑا نفع حاصل ہوا۔

## حضرت خدیجہ سے نکاح:-

تجارت میں حضور کی شاندار کامیابی دیکھ کر، اور میسرہ سے آپ کے عمدہ اخلاق و عادات کا تذکرہ سن کر، حضرت خدیجہ سرکارؓ کی گردید ہو گئیں۔ انھوں نے خود آپ کے پاس اپنی لونڈی بھیج کر آپ سے نکاح کی درخواست کی جسے آپ نے منظور فرمایا۔ اور حضرت خدیجہ سے آپ کا پہلا نکاح ہو گیا۔

نکاح کے وقت حضرت خدیجہ بیوہ تھیں۔ اور ان کی عمر چالیس سال کی تھی اور سرکارؓ کی عمر مبارک ۲۵ سال کی۔ حضرت خدیجہؓ آخری وقت تک حضور کی وفاکار اور اطاعت گزار بیوی رہیں اور حضور نے بھی جب تک وہ زندہ رہیں دوسری شادی نہ کی۔ حضرت خدیجہؓ سے حضور

کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ صاحبزادے تو بچپن ہی میں خدا کو پیارے ہوئے مگر تینوں صاحبزادیاں یرموان جڑھیں اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے باپ کی عظمت و جلال کو دیکھا۔ ان میں سے سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جن کی شادی آپ کے پچانواں بھائی حضرت علی ابن ابی طالب سے ہوئی۔

## ایک مدبرانہ فیصلہ :-

سرکار نامدار کی عمر ۳۵ سال کی تھی کہ قریش نے خانہ کعبہ کی عمارت کو جو بہت پرانی ہو گئی تھی نئے سرے سے بنایا۔ عمارت تو خیر بن گئی، مگر جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ فخر اسے حاصل ہو۔ ہنر کار بیٹے ہوا کہ کل جو شخص سب سے پہلے "حرم" میں داخل ہو وہ اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔

دوسرے دن سب سے پہلے حرم میں داخل ہونے والے سرکار نامدار تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا جائے اور ہر قبیلہ کا ایک ایک ممتاز شخص اس کے کنارہ کو تھامے اور اس طرح سب مل جل کر اس کو اٹھائیں۔

حضور کے اس فیصلہ سے سب خوش ہو گئے۔ سب نے اتحاد و اتفاق کے ساتھ سے مل جل کر اٹھایا اور جب وہ اپنی جگہ پہنچ گیا تو حضور نے اسے چادر میں سے اٹھا کر اپنے مبارک ہاتھوں سے نصب کر دیا۔

## قبل نبوت آپ کی سیرت :-

سرکارِ نامدار کی پاک زندگی کی پہلی منزل، یہی اعلیٰ اخلاق اور عمدہ اوصاف سے بھر پور تھی۔ آپ نے کبھی بیہودہ کھیلوں میں حصہ نہیں لیا، مشہ کون کے میلوں میں قدم نہیں رکھا، نہ کبھی شراب منہ کو لگائی، اور نہ بتوں کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں کا گوشت چکھا۔

سچائی، ایمانداري، خوش معاملگی آپ کے کیرکڑ کی ایسی خوبیاں تھیں جنہیں دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان ہی خوبیوں کی وجہ سے آپ اپنی قوم میں "امین" کے لقب سے مشہور تھے۔

یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ یہ اوصاف آپ میں خدا داد تھے۔ آپ نے انہیں کتابیں پڑھ کر حاصل نہیں کیا تھا۔ کیونکہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے اور نہ آپ نے انہیں اپنی سوت سٹی سے سیکھا۔ کیونکہ جس سوسائٹی میں آپ پیدا ہوئے تھے اسے ان کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔

## غارِ حرارہ

نبوت سے پہلے آپ میں تنہا پسندی کی عادت تھی۔ جہاں تک ممکن ہو تا آپ دنیا اور اس کے جھگڑوں سے الگ تھلگ رہتے۔ مگر سے تین میل کے فاصلہ پر حرارہ ایک فارہ ہے۔ اکثر آپ وہاں تشریف لے جاتے اور غار کی تنہائی اور رات کی خاموشی میں دنیا کی اصلیت اور اس کے بنانے والے کی عظمت پر غور فرمایا کرتے اور یہی لمبی راتیں خداوند تعالیٰ کی عبادت میں گزار دیتے۔

اپنی قوم کی بڑی حالت دیکھ کر آپ بہت کڑھتے اور سوچا کرتے کہ کس طرح انہیں بدی کے دلدلوں سے نکال کر نیکی کے سیدھے اور صاف راستے پر ڈالا جائے۔

جوں جوں نبوت کا زمانہ قریب آتا گیا، آپ کی یہ غور و فکر کی علوت ترقی ہی کرتی گئی یہاں تک کہ آپ ہر وقت خدا کی عبادت اور مخلوق خدا کی ہدایت کی فکر میں غرق رہنے لگے

## شرفِ نبوت

جب سرکارِ نملہ دار نے اپنی عمر کی پالیس منزلیں طے کر لیں تو خدا نے آپ کو نبوت کا بلند مرتبہ بخشا۔ آپ ایک دن غارِ حرا میں خداوند تعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے کہ جبرئیل امینؑ آپ کے نام خدا کا پہلا پیغام لے کر تشریف لائے وہ پیغام یہ تھا۔

اقراء باسم ربك الذي خلق  
خلق الانسان من علق -  
اقراء وربك الاكرم الذي  
علم بالقلم علم الانسان  
ما لم يعلم۔

اپنے اس رب کا نام لے کر جس نے سب کچھ  
پیدا کیا جس نے انسان کو گوشت کے ٹوٹے سے  
سے پیدا کیا، پڑھو اور جان لو کہ تمہارا رب بڑا  
بزرگ ہے وہ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا انسان  
کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

سرکارِ نامدار اس عجیب و غریب واقعہ سے غوت زدہ ہو گئے، لرزاتے  
کاہنتے گھڑائے اور لیٹ گئے۔ نبیؐ بی خبری سے کہا مجھے چادر اڑھا دو اور  
پھر سارا واقعہ بیان کیا۔

حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی اور کہا، آپ شکی کرتے ہیں، صدقہ

دیتے ہیں، عتاجوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں  
 خداوند تعالیٰ آپ کا بال بیکا نہ ہونے دے گا۔ آپ سراساں نہ ہوں۔  
 پھر حضرت خدیجہ "ورقہ بن نوفل" کے پاس گئیں۔ یہ ان کے  
 چچا زاد بھائی تھے اور بہت بوڑھے تھے۔ انھوں نے سب آسمانی  
 کتابیں پڑھی تھیں۔ اور مختلف دینوں کے متعلق اچھی معلومات رکھتے تھے  
 حضرت خدیجہ نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا:  
 اسے خدیجہ باقسم خدا کی یہ فرشتہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے  
 پاس آیا وہی ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا  
 کرتا تھا اور یہ اس وقت کے نبی ہیں۔ کاش! میں اس وقت جوان  
 ہوتا جب ان کی قوم انہیں دکھ دے گی اور وطن سے نکالے گی اور  
 ان کی پوری پوری مدد کرتا۔

## دعوتِ اسلام :-

عرب والے اپنے عقیدہ کے پکے اور اپنے بتوں کے دیوانے  
 تھے وہ آسمانی سے خدا کے سامنے سر جھکانے والے نہ تھے۔ اسلئے  
 انہیں سید سے راستہ پر لانے کے لئے بڑی ہوشیاری اور تدبیر سے  
 کام لینے کی ضرورت تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے غاموشی کے  
 ساتھ ان لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچایا جن کے دل پہلے سے خشکی کی  
 طرت مائل تھے، چنانچہ سب سے پہلے مردوں میں حضرت ابو بکرؓ کو،  
 عورتوں میں حضرت خدیجہؓ کو، بچوں میں حضرت علیؓ کو اور غلاموں میں

حضرت زید بن عارثہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔  
 کچھ عرصہ بعد جب آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد کافی ہو گئی،  
 تو آپ کو حکم کھلا اسلام کا پیغام سنانے کا حکم دیا گیا۔

## مخالفت :-

مکہ والوں نے، جب اپنے خیالات اور رسم و رواج کے خلاف  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں نہیں تو وہ آپ کے سخت  
 مخالفت ہو گئے اور طرح طرح سے آپ کو تکلیفیں دینی شروع کر دیں  
 آپ کو برا بھلا کہتے، آپ پر پتھر پھینکتے اور گندگی اُچھالتے۔ مگر آپ  
 نے ان تکلیفوں کی ذرا پروا نہ کی اور صبر و تحمل کے ساتھ اپنے فرض  
 کو انجام دیتے رہے۔

## قرآن کا جادو :-

جب ڈراتے، دھمکانے سے کام چلتا نظر نہ آیا تو کفار مکہ نے لاپرواہی  
 سے کہ کام نکالنا چاہا۔ چنانچہ آپس میں مشورہ کر کے عقبہ ابن ربیعہ کو جو  
 اپنی قوم کا سردار تھا حضور کے پاس بھیجا۔ اس نے کہا:۔  
 ”اے محمد! تم نے اپنی قوم کو بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے، تم نے  
 ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے، ان کی عقلوں کو ناکارہ بنا دیا ہے  
 ان کے معبودوں کو برا بھلا کہا ہے اور ان کے دین کی مذمت کی ہے۔“  
 حضور نے فرمایا: ”اے ابوالولید! تو پھر تمہارا کیا مقصد ہے؟“  
 عقبہ نے کہا: ”اے محمد تم نے جو ڈھونگ رچا لیا ہے اگر اس سے

مقصد دوا ت حاصل کرنا ہے تو ہم تمہارے لئے دو بیج جمع کر دیں۔ اگر عورت کی خواہش ہے تو ہم تمہیں اپنا کسہ وار بنا لیں۔ اندر اگر تم پر کوئی گھری اثر ہے تو ہم اس کا علاج کر دیں۔

آپ نے عقبہ کی اس بو اس کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ سورہ سجدہ کی کچھ آیتیں سنائیں۔ قرآن کی یہ آیتیں سن کر عقبہ کی حالت کچھ اور ہی ہو گئی اور اسی حالت کے ساتھ وہ اپنی قوم کے پاس واپس گیا۔ کفار نے اسے پوچھا: کیوں ابوالولید کیا بات ہوئی؟ عقبہ نے کہا: مجھ نے پوچھو میں نے ایسا کلام سنا ہے جو نہ شہر ہے نہ جاوے اور نہ کہانت ہے۔ اسے قوم قریش نے تم میری بات مانو اور اس شخص کے پیچھے نہ پڑو۔ واللہ اس شخص کا یہ کلام بے اثر نہ ہوگا۔

کفار نے جب ولید کی زبان سے خلافت امید بی باتیں سنیں تو ایک زبان ہو کر کہنے لگے ابوالولید معانم ہوتا ہے تم پر بھی جادو کر دیا ہے

## معجزہ شق القمر :-

جب کفار کی یہ تدبیر بھی نہ عملی تو انہوں نے ایک اور چال کھیلی ایک دن بہت سے کافر جمع ہو کر آپ کے پاس پہنچے اور بولے اسے محمد! تم اپنے آپ کو خدا کا سچا نبی بتاتے ہو، اگر یہ سچ ہے تو ہمیں کوئی ایسی بات دکھاؤ جس سے ہم تمہیں خدا کا نبی ماننے پر مجبور ہو جائیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم جانو کہ دو ٹکڑے کر دو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک سے

۱۰ انجریوں کے کلام کو کہانت کہتے ہیں۔

چاند کی طرف اشارہ کیا اور فوراً اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔  
 یہ عظیم الشان معجزہ دیکھ کر بھی، ان کا فروں کے دل کی آنکھیں نہ  
 کھلیں اور یہ کہتے ہوئے لوٹ گئے کہ آج تو محمد نے ہم سب پر عبادت  
 کر دیا۔“

## ہجرت حبشہ

ان تمام تدبیروں کے ناکام ہونے سے کافروں اور زیادہ بھڑک اٹھے اور انہوں نے رسول اکرم صلعم اور مسلمانوں کو اور زیادہ تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔ رسول اکرم خود تو ہر قسم کی مصیبتیں برداشت کرتے کے لئے تیار تھے لیکن آپ سے اپنے ساتھیوں کی تکلیفیں نہ دیکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مکہ کو چھوڑ کر حبشہ چلے جائیں جہاں کا حاکم ایک نیک دل عیسائی ”نجاشی“ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نبوت کے پانچویں سال دس مردوں اور پانچ عورتوں کا ایک مختصر قافلہ، خدا کے راستہ میں اپنا وطن۔ اپنا گھر بار اور اپنا مال و متاع چھوڑ کر حبشہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ مہاجرین کے اس قافلہ کے سردار حضرت جعفر بن ابی طالب تھے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے نہایت آرام کے ساتھ ان لوگوں کو اپنے ملک میں رکھا، مگر چونکہ یہ لوگ تعداد میں بہت کم تھے اس لئے تنہائی اور بیگانگی محسوس کرتے تھے چنانچہ تین مہینے ٹھہرنے کے بعد

واپس کہ آگئے۔

دوسال بعد جب مسلمانوں کی تعداد میں زیادتی ہو گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ مسلمانوں کو حبشہ کی ہجرت کا حکم دیا۔ اس مرتبہ ایک بڑا قافلہ روانہ ہوا جس میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں ان کے علاوہ یمن کے بھی کچھ مسلمان جن میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی تھے ان کے ساتھ آکر مل گئے۔ اب کی مرتبہ ان کو کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی تمام مسلمان ایک "خدائی کنبہ" بن کر نجاشی کی حمایت میں یمن و اطمینان کے ساتھ اپنے مذہبی احکام کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔

## ایک اور چال :-

مسلمانوں کو اپنے گھر سے بے گھر کر کے بھی کفار مکہ کو صبر نہ آیا۔ انہیں جب یہ خبر ملی کہ حبشہ کے بادشاہ نے مسلمانوں کو پناہ دے دی ہے اور وہ ان کے ساتھ شرافت اور نیکی سے پیش آتا ہے اور ان کے مذہب میں رخصت اندازی نہیں کرتا تو انہیں یہ بات بہت ناگوار گزری۔ چنانچہ انھوں نے بہت سے تحفے تحائف دے کر حبشہ و بن العاص اور عمارہ بن الولید کو وفد کی صورت میں نجاشی کے دربار میں بھیجا۔

ان لوگوں نے تحفے تحائف پیش کرنے کے بعد نجاشی سے کہا "اے بادشاہ! ہماری قوم کے کچھ نادان لوگ آپ کے ملک میں آ بیسے ہیں۔ یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔ انھوں نے اپنے باپ دادا کا مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے۔ یہ لوگ دوسروں کو بھی

اس نئے دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ انہیں اپنے ملک میں پناہ نہ دیجئے بلکہ ہمارے حوالہ کر دیجئے ایسا نہ ہو کہ یہ یہاں بھی فتنہ پھیلائیں۔“

نخاشی نے کہا۔ میں جب تک ان لوگوں کو بلا کر ان کا جواب نہ سن لوں انہیں تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔ پھر نخاشی نے مسلمانوں کو بلایا اور ان سے وفد کے الزامات کا جواب دینے کے لئے کہا۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفرؓ آگے بڑھے۔ اور انہوں نے یہ تقریر کی: اے بادشاہ! ہم پہلے جہالت میں پھنسے ہوئے تھے بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار جانوروں کا گوشت کھاتے تھے، بے حیائیوں کا ارتکاب کرتے تھے آپس میں لڑتے مارتے تھے، پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتے تھے، اور کمزوروں کو ستاتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کو ہماری حالت پر رحم آیا اور اس نے ہمارے پاس اپنا ایک پیغمبر بھیجا۔

ہم خدا کے اس مقدس نبیؐ کی شرافت، سچائی، ایمان داری اور پارسائی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس نے ہمیں تعلیم دی کہ خدا کو ایک جانور، بتوں کی پوجا نہ کرو، سچ بولو آپس میں میل ملاپ سے رہو، پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرو، فساد نہ پھیلاؤ، بے حیائی اختیار نہ کرو، بدکلامی سے بچو، یتیموں کا مال نہ کھاؤ، نماز پڑھو، روزہ رکھو، صدقہ دیا ورج کر دو۔ اے بادشاہ! ہم نے خدا کے پیغمبرؐ کی اس تعلیم کو قبول کر لیا اور ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں یہ ہمارا سارا قصور ہے۔“

نخاشی پر حضرت جعفرؓ کی اس تقریر کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے کہا کہ

”تمہارے نبی پر خدا کا جو پیغام آتا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔“  
 حضرت جعفر نے موقع کی مناسبت سے سورہ مریم کا کچھ حصہ  
 سنایا۔ قرآن کریم کی یہ سورہ سن کر بخاشی نے کہا: ”یہ کلام اور حضرت عیسیٰ  
 کا کلام دونوں ایک ہی چراغ کی دو روشنیاں ہیں۔“ اور مسلمان ہو گیا۔  
 اس نے قریش کے تمام تحفے تحائف واپس کر دیے۔ قریش کا وفد  
 ناکام و نادم واپس آیا اور مسلمان پہلے سے بھی زیادہ امن چین کے ساتھ  
 زندگی بسر کرنے لگے۔

## حضرت عمرؓ سے اسلام کی قوت :-

ادھر مکہ میں کافروں کی ہر قسم کی مخالفت اور ایذا کے باوجود روز بروز  
 اسلام ترقی پکڑتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت حمزہؓ در رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے چچا اور حضرت عمرؓ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔  
 حضرت عمرؓ بن الخطاب بہت بہادور بہت معزز آدمی سمجھے جاتے  
 تھے۔ سرکارِ نامدارؐ نے خدا سے دعا مانگی کہ ”اے اللہ عمر بن خطاب یا ابو جہل  
 میں سے کسی ایک کو اسلام کی توفیق بخش کر اسلام کو قوت دے! اُحدیا  
 نے اپنے پیارے نبی کی یہ دعا قبول کی اور حضرت عمرؓ کے مسلمان ہوجانے  
 سے اسلام کی طاقت بہت بڑھ گئی۔“

اس وقت تک مسلمان خفیہ طور پر اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا  
 کیا کرتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے اسلام لاتے ہی حضورؐ سے درخواست  
 کی کہ یا رسول اللہ! ہم کعبہ میں نماز پڑھیں گے، کافر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ

سکتے۔ چنانچہ حضور نے ان کے کہنے پر مسلمانوں کو ساتھ لے کر پہلی مرتبہ کعبہ میں نماز باجماعت ادا کی۔

## بائیکاٹ :-

مکہ کے کافر اسلام کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر پریشان ہو گئے اور انھوں نے طے کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش کے تمام قبیلے جمع ہوئے اور انھوں نے ایک معاہدہ کیا۔

”معاہدہ“ کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی ہاشم (رسول اللہ کے خاندان) سے کہا جائے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ کر دیں اگر وہ نہ مانیں تو پھر نبی ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ نہ کوئی ان سے ملے جلے، نہ کوئی ان سے بیاہ شادی کرے۔ اور نہ کوئی ان کے ہاتھ خرید فروخت کرے۔

یہ معاہدہ لکھ کر اطلاع عام کے واسطے خانہ کعبہ کی دیوار میں لٹکا دیا گیا۔ نبی ہاشم نے رسول اکرم کو سپرد کرنے سے انکار کر دیا اور سوائے ابو لہب کے سارا خاندان شہر کو چھوڑ کر ایک پہاڑ کے درہ میں جسے شعب ابی طالب کہتے ہیں، جا بسایہ واقعہ نبوت کے ساتویں سال کا ہے۔

نبی ہاشم تین سال سے زیادہ جلا وطنی کی زندگی بسر کرتے رہے اس مدت میں انہیں بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ کھانے پینے کی اتنی تنگی تھی کہ کسی کسی دن درختوں کے پتے چبا کر

پیٹ بھرنا پڑتا تھا۔

آخر کار قریش کے چند لوگوں کو خود ہی اپنے ظلم کا احساس ہوا۔ ان میں سے چار آدمی کھڑے ہوئے اور باوجود دوسروں کی مخالفت کے انہوں نے اس عہد نامہ کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

## رسول اکرم کی پیشگوئی :-

خداوند جل وعلیٰ نے پہلے ہی اپنے پیارے رسول کو خبر دیدی تھی کہ قریش کے معاہدہ کو دیک چاٹ گئی ہے اور اس میں سوائے اللہ کے نام کے کوئی لفظ باقی نہیں رہا اور اب بہت جلد اس دیک کھائے ہوئے معاہدہ کو چاک کر دیا جائے گا۔ سرکار نے اپنے چچا ابو طالب کو یہ خوشخبری سنا دی تھی۔

چنانچہ یہ معاہدہ چاک کر دیا گیا اور جب مطعم نبی مدی نے اسے چاک کرنے کے لئے اتارا تو اس میں سوائے اللہ کے نام کے اور کوئی حرف باقی نہ رہا تھا۔

اب بنی ہاشم بھر کہ میں آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اپنے فرض کو انجام دینے میں مشغول ہو گئے۔

## دو حادثے :-

نبوت کا دسواں سال تھا کہ سرزوار نامدار کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ اگرچہ انھوں نے اپنی قوم کے کہنے سننے کی شرم سے اسلام قبول نہ کیا تھا مگر وہ اپنی ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں کمر بستہ رہے۔ انھوں نے سارے خاندان، بلکہ تمام عرب سے دشمنی مول لی مگر اپنے عزیز بھتیجے کا ساتھ نہ چھوڑا۔ ان کی حمایت کی وجہ سے ان کے جیتے جی کسی کو یہ بہت نہ ہوئی کہ وہ حضور کو کوئی سخت تکلیف پہنچائے۔

چچا کے انتقال کے چند ہی روز بعد حضور پر نور کی پہلی رفیقہ زندگی، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی خدا کو پیاری ہوئیں۔ یہ بڑی ہمدرد و غمگسار بی بی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو ان کی وجہ سے بڑی ڈھارس تھی، ان دونوں واقعات کو حضور پر نور نے بہت محسوس فرمایا۔ اور آپ نے اس سال کا نام ”غم کا سال“ رکھا۔

## طائف کا سفر:-

ابوطالب کے انتقال سے کافروں نے فائدہ اٹھایا اور خدا کے پیارے نبی کو وہ اور زیادہ پریشان کرنے لگے۔ راستہ چلتے ہوئے آپ کے سر مبارک پر خاک بکھیرتے تھے، سجدہ کی حالت میں پکری کی اوجھڑی گھر پر رکھ دیتے تھے اور بعض اوقات آپ کا دامن پکڑ پکڑ کر کھینچتے تھے۔ اور کہتے تھے کیا تم ہی ہمارے بہت سے خداؤں کا ایک خدا بنا جا رہے ہو۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آگے بڑھتے اور کہتے اسے لوگو! کیا تم ایک خدا کے بندہ کو اس جرم میں قتل کرتے ہو کہ وہ خدا کو ایک سمجھتا ہے۔

جب حضور پر نور نے دیکھا کہ مکہ میں کامیابی کی امید نہیں تو آپ نے طائف کا قصد کیا تاکہ وہاں خدا کے دین کی تبلیغ کریں۔ طائف میں نعتیف کے قبیلے آباد تھے جن سے رسول مقبول کی کچھ دور کی قرابت بھی تھی۔ ان قبیلوں کے سرداروں سے حضور نے ملاقات کی اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ان کبختوں نے خدا کی اس رولت کو نہایت بے پروائی سے ٹھکرا دیا اور اسی پر بس نہ کی بلکہ اپنی قوم کے غنڈوں کو بہکا کر حضور پر تور کے پیچھے لگا دیا۔ ان غنڈوں نے خدا کے پیارے نبی پر پتھر برسائے شروع کر دیے۔ آپ کے خادم زید بن حارثہ آپ کے ساتھ تھے وہ اگرچہ پتھروں کی بوچھاڑ کو اپنے اوپر لینے کی کوشش کرتے تھے مگر پھر بھی سرور کائنات کے قدم مبارک لہو لہان ہو گئے۔

حضورِ مستی سے نکل کر رتھوں سے چہرہ تھکن سے نڈھال ایک باغ کے قریب انگور کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اس باغ کے مالک نے آپ پر ترس کھا کر انگوروں کا ایک خرشہ آپ کو بھیجا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کر کے اسے تناول فرمایا۔

آپ نے یہاں بیٹھ کر دعا مانگی کہ ”اے خدا میں تجھ سے ہی اپنی کمزوری اور اپنی ذلت کا شکوہ کرتا ہوں۔ تو کمزوروں کا مددگار ہے۔ تو مجھے کس کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے۔ اگر تو مجھ سے راضی ہے تو مجھے کسی کی ناراضی کی پروا نہیں“

خدا کے حکم سے جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا ”اے خدا کے نبی، خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ جس طرح آپ فرمائیں آپ کی ظالم قوم سے اس وحشیانہ حرکت کا بدلہ لوں۔“ حضور پر نورؐ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا ”اے اللہ میری قوم کو ہایت دے کہ یہ ناواقف ہیں“

# معراج

اسی زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو اپنے دربار میں حضور کی عزت بخشی۔ یہ وہ عزت ہے جو جیتے جی کسی نبی کو میسر نہ ہوئی۔ آپ ایک رات حضرت ام ہانیؓ کے گھر امام فرما رہے تھے کہ جبریل امینؑ حاضر ہوئے اور فریبی دنیا کے سفر کی آپ کو دعوت دی حضرت جبریلؑ اپنے ساتھ ایک سواری ”براق“ لے کر آئے تھے۔ یہ سواری اس قدر تیز تھی کہ نگاہ کی تیزی اس کے آگے مات تھی۔ حضور اس پر سوار ہو کر پہلے بیت المقدس آئے۔ یہاں تمام دوسرے انبیاء کرامؑ بھی موجود تھے، آپ ان کے امام بنے، اور سب نبیوں نے آپ کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کی۔

اس کے بعد آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ بہرہر منزل پر خدا کے نبیوں نے آپ کا استقبال کیا۔ خدا کے دربار میں پہنچے۔ اس کے حسن کا علوہ دیکھا۔ اس کا کلام سنا، اس کی قدرت کے عجائبات دیکھے اور یہ سب کچھ راتوں رات ہو گیا۔

صبح کو جب آپ نے اس عجیب و غریب واقعہ کا ذکر کیا، تو کافروں کو مذاق اڑانے اور فقرے کہنے کا ایک اور موقع مل گیا۔ البوجہل ہمیشہ مخالفت میں آگے آگے رہتا تھا۔ جوں ہی اس کے کالوں میں یہ بات پڑی مکہ میں اس سرے سے اس سرے تک گھوم گیا۔ ہر شخص سے کہتا "تم نے کچھ سنا وہ صاحب جن کے پاس پہلے خدا کا پیام آتا تھا اب خدا سے بات بھی کر آئے ہیں۔" کافروں میں سے جو کوئی یہ سنا وہ بھی ٹھٹھا لگاتا۔

## امتحان :-

چند کافر جو بیت المقدس کا سفر کر چکے تھے امتحان کے لئے حضورؐ کے پاس آئے اور آپ سے وہاں کی کیفیت پوچھنی شروع کی۔ آپ نے ان کے سامنے سا انا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔ مگر چونکہ ان کا مقصد ہی شرارت تھا اس لئے اب وہ کہنے لگے "یہ بتائیے فلاں عمارت کی چھت میں کڑیاں کتنی ہیں اور فلاں دیوار میں طاق کس قدر ہیں؟" ظاہر بات ہے کہ جو شخص کسی عمارت کو دیکھے وہ ایسی معمولی معمولی چیزوں کی طرف توجہ نہیں کیا کرتا۔ لیکن کافروں کو ذلیل کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے بیت المقدس حضورؐ کی نگاہوں کے سامنے کر دیا اور آپ نے کافروں کے ایک ایک سوال کا صحیح جواب دیا مگر وہ کبخت اب بھی نہ مانے۔ کہنے لگے اچھا صاحب یہ تو بتائیے ہمارا تجارتی قافلہ جو شام سے لوٹ رہا ہے وہ اس وقت کہاں ہے اعداس میں کتنے اونٹ ہیں اور ان پر کیا کیا سامان ہے؟

حضور نے خدا کی مدد سے ان کو قافلہ کی بھی پوری کیفیت بتادی اور یہ بھی بتادیا کہ وہ فلاں دن سورج نکلنے ہی مکہ میں داخل ہوگا اور سب آگے ایک ٹھاکر کی رنگ کا اونٹ ہوگا۔

کافر یہ کہہ کر چلے گئے کہ قافلہ کو آنے دیجئے پھر ہم آپ کے سچ جھوٹ کے متعلق فیصلہ کریں گے۔ مگر جب حضور کی پیشگوئی کے مطابق اسی دن اسی وقت اسی کیفیت سے قافلہ مکہ میں پہنچا اور قافلہ والوں نے حضور کی ایک ایک بات کی تصدیق کر دی تو وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگے ”محمد تم تو جادوگر ہو!“

## صدیق :-

انہی کافروں کی کہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ملاقات ہو گئی۔ سو چاکہ محمد صلعم سے بدگمان کرنے کا یہ اچھا موقع ہے کہنے لگے ”ابو بکر خبر بھی ہے، تمہارا ک سے دوست محمد کہتے ہیں کہ انھوں نے کل کی رات آسمانوں کی سیر کی ہے۔ بھلا کوئی اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے۔“ حضرت ابو بکر نے فرمایا ”اگر محمد صلعم یہ فرماتے ہیں تو ضرور صحیح فرماتے ہیں“ کافر بولے ”میاں ایسی عجیب بات کی بھی تم تصدیق کرتے ہو“ حضرت ابو بکر نے فرمایا ”میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کر رہا ہوں“ حضور کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے حضرت ابو بکر کو ”صدیق“ کا لقب دیا۔ صدیق کے معنی ہیں تصدیق کرنے والا۔

یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے، ۶ رجب دو شنبہ کی رات کا ہے۔

# قبائل عرب میں تبلیغ

حضور پُروردہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قریش کی طرف سے ناامید ہو گئے تو آپ نے عرب کے دوسرے قبیلوں میں تبلیغ شروع کر دی۔ حج کے موسم میں سارے عرب کے قبیلے اکٹھے آتے تھے۔ آپ ان قبیلوں میں جاتے اور انہیں اسلام کی طرف بلائے کوئی ایمان لاتا اور کوئی نہ لاتا۔

## مدینہ میں اشاعتِ اسلام :-

مدینہ میں "عرب عاربہ" کے دو مشہور قبیلے اوس اور خزرج آباد تھے۔ ان کا اصلی وطن تو یمن تھا مگر یمن کے مشہور سیلاب کے بعد یہ مدینہ چلے آئے تھے اور یہاں کے پرانے باشندوں کو جو یہودی تھے مغلوب کر کے یہ مدینہ میں بس گئے تھے ان دونوں قبیلوں کی آپس میں بھی ملتی رہتی تھی اور یہودیوں سے بھی لڑائی رہتی تھی یہ مشرک تھے اور یہودی اہل کتاب تھے۔ یہودیوں کو "توریت" سے نبی عربی صلعم کے تشریف لانے کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لئے وہ اکثر اوس و خزرج سے کہا

کرتے کہ "اب نبی آخر الزماں کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ ہم ان کی مدد سے پھر اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر لیں گے۔"

ایک مرتبہ مدینہ کے قبیلہ خزرج کے کچھ آدمی حج کے لئے اپنے بھائی کے معمول حضورؐ ان کے پاس اسلام کا پیام لے کر تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے سوچا کہ یہ وہی نبی آخر الزماں معلوم ہوتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہودی ان پر ایمان لا کر ہم کو مغلوب کر دیں۔ چنانچہ ان میں سے چھ آدمی مسلمان ہو گئے۔

ان لوگوں نے واپس آ کر مدینہ میں تبلیغ اسلام شروع کی، چنانچہ اگلے سال بارہ آدمی خزرج اور اوس کے قبیلوں کے مدینہ سے مکہ آئے اور حضورؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ان لوگوں کی درخواست پر حضورؐ نے حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا تاکہ انہیں قرآن کی تعلیم دیں۔ ان لوگوں کی تبلیغ اور حضرت مصعب ابن عمیرؓ کی تعلیم کا یہ اثر ہوا کہ کثرت کے ساتھ وہاں کے لوگ اسلام قبول کرنے لگے اور گھر گھر نبی آخر الزماں کا چرچا ہو گیا۔

چنانچہ اگلے سال جرنیوت کا تیرہواں سال تھا مدینہ کے ۳۳ مردوں اور عورتوں نے مقام "عقبہ" میں کفار مکہ سے پوشیدہ حضورؐ پر لوڑ کے ہاتھ پر بیعت کی اور حضورؐ سے مدینہ تشریف لے جانے کی درخواست کی۔ اس موقع پر حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ آپ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے حضرت عباسؓ نے ایک مختصر تقریر میں کہا۔

"اے اہل مدینہ! محمدؐ اپنے گنبد میں عورت اور حفاظت کے ساتھ ہیں ہم نے اب تک انہیں دشمنوں سے بچایا۔ اب تم انہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو ابھی طرح سمجھ لو، اگر تم اپنے عہد کو پورا کر سکو اور دشمنوں سے اٹکی

حفاظت کر سکو تو تم لے جا سکتے ہو ورنہ انہیں یہیں رہنے دو۔  
 یہ سن کر ہمارے بن مہرورد (سرفار خندج) گھڑے ہوئے اور انہوں نے جواب  
 دیا ”ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں اگر ہمارے حل میں کچھ بدی ہوتی تو ہم اسے  
 منور و ظاہر کر دیتے لیکن ہم نے تو فاداری اور سچائی پر قائم رہنے اور رسول اللہ  
 پر اپنی جانیں قربان کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔“

اس کے بعد سب ایک زبان ہو کر بولے ”یا رسول اللہ ہم سے آپ جو  
 وعدہ لینا چاہتے ہیں شوق سے لیجئے۔“ آپ نے فرمایا کہ ”میں تم سے اپنے  
 خدا کے لئے تو یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور  
 اس کے ساتھ کسی کو خسر یک نہ ٹھہراؤ، اور اپنے لئے یہ کہ تم اپنے گھر والوں کی  
 طرح میری بھی حمایت کرو۔“

یہ سن کر ہمارے کہا یا رسول اللہ ”ہم اس کا وعدہ کرتے ہیں۔“  
 ابوالبیثم ابن تیہان ایک دوسرے سرفار نے کہا۔ ”یا رسول اللہ اس بیعت  
 کے بعد دوسرے قبیلوں سے ہمارے معاہدے ٹوٹ جائیں گے۔ یہ تو نہ ہوگا  
 کہ جب باپ کو غلبہ حاصل ہو جائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں تشریف  
 لے آئیں۔“ یہ سن کر حضور سگرائے اور فرمایا ”نہیں اب میرا خون اور تمہارا خون  
 ایک ہے۔“

اس بیعت کے بعد جسے ”بیعت عقبہ ثانیہ“ کہتے ہیں، سرکارِ نادر نے  
 مرکزِ اسلام، مکہ سے مدینہ منتقل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور تھوڑی تھوڑی تعداد  
 میں مسلمانوں کو مدینہ منورہ روانہ فرماتے رہے، اور خود اپنی روانگی کے لئے  
 حکمِ خداوندی کے منتظر رہے۔

## ہجرت مدینہ

اسزکار وہ وقت آگیا کہ خدا کا پیارا نبی خدا کے پیغام کو مخلوق میں عام کرنے کے لئے اپنا وطن اپنا فاطمان اور اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل جائے۔ چنانچہ ایک رات جب کفار مکہ حضورؐ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے آپ خدا کے حکم کے مطابق مکہ سے مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ آپ نے اپنے دو سبکے پرانے رفیقوں میں سے ایک حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ لیا اور دوسرے رفیق حضرت علیؓ کو اپنی جگہ اپنے بستر پر لٹا دیا تاکہ کافروں کو حضورؐ کے تشریف لے جانے کی خبر بھی نہ ہو اور حضور کے پاس جو امانتیں رکھی ہوئی تھیں انہیں واپس بھی کر دیں۔

مکہ سے نکل کر حضورؐ نے تین دن تک "فار ثور" میں قیام فرمایا اور پھر آپ نے اور حضرت ابو بکرؓ نے دو اونٹنیوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ صبح ہونے کے بعد جب کافروں کو جو رات بھر تلواریں لئے حضور کے مکان کے چاروں طرف ٹہلتے رہے تھے معلوم ہوا کہ آپ مکہ سے رخصت ہو گئے تو وہ اپنی ناکامی پر بہت جھنجھلائے۔ انھوں نے چاروں طرف سواروں کو دھنسا

کہ جہاں حضورؐ ملیں پکڑ لائیں اور حضورؐ کو گرفتار کرنے والے کے لئے متواونٹ کا انعام بھی مقرر کیا، مگر خدا کی تدبیر کے آگے ان کی کوئی تدبیر نہ چلی سکی۔ خدا کی قدرت دیکھئے کہ کچھ لوگ تلاش کرتے کرتے پاؤں کے نشانوں کی مدد سے غارِ ثور کے وہاں تک پہنچ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا بھی کہ ”شاید محمدؐ اس غار میں ہوں۔ لیکن دوسرے نے جواب دیا کہ محمدؐ اس غار میں نہیں ہو سکتے۔ اس کے منہ پر مگر یوں لے جاتا تو رکھا ہے۔ اور کبوتروں کے گھونسلے بنے ہوئے ہیں۔“

جب کافر آپس میں یہ گفتگو کر رہے تھے تو حضرت بلوکرؓ کو کچھ پریشانی ہوئی لیکن حضورؐ نے بڑے اطمینان سے انہیں تسلی دی کہ شکر نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ”چنانچہ خدا کی مدد شامل حال رہی اور کافر سر پر پتھر بھی ناکام لوٹ گئے۔“

”قبائر میں نزول :-“

مدینہ والوں کو جب سے یہ خبر ملی تھی کہ خدا کا پیارا نبی محمدؐ عربیؐ ان کی بستی کی رونق اور ان کی آنکھوں کے نور میں اضافہ کرنے والا ہے خوشی میں بھولے نہ سماتے تھے، رونا نہ کئی کئی میل تک بستی سے باہر نکل کر انتظار کرتے تھے کہ وہ نظر آئیں تو اپنی شاق نگاہیں پیروں تلے سجھائیں، مگر دن چڑھے تک انتظار کر کر کے واپس لوٹ آتے تھے۔ ایک دن حسب معمول مدنی ہر والوں کا ہجوم، شمع نبوت کی روشنی کا انتظار کر کے واپس لوٹ چکا تھا کہ ایک یہودی لیکھا ایک بیچ آگھا۔ لوگو! تمہیں جن کا انتظار تھا وہ آگئے۔“

یہ آواز سنتے ہی ساری بستی میں خوشی کا طوفان لہریں مارنے لگا، نعرہ ہائے مسرت سے فقنا گونج اُٹھی اور لوگ بے تحاشا مکہ کی سڑک کی طرف دوڑ پڑے۔

سرکارِ نامدارؐ کو پہلے ”قبار“ میں جو مدینہ کے قریب ایک چھوٹی سی بستی ہے اتارا گیا۔ یہاں آپ نے چار روز قیام فرمایا۔ حضرت علیؓ جو پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی یہیں آئے۔

سرکارِ نامدارؐ نے یہاں تاریخِ اسلام میں سب سے پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی، اور یہیں مسلمانوں کے مجمع میں سب سے پہلے خطبہ دیا۔

## مکہ کے چاند کا طلوع :-

۱۲ ربیع الاول، جمعہ، مطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء بھی مدینہ والوں کے لئے ایک یادگار کا دن تھا۔ سڑکوں اور بازاروں میں کھوسے سے کھوسا مھلتا تھا، اور کوٹھے اور چھتیں عورتوں اور بچوں سے پٹی پڑی تھیں۔ یکایک مکہ کا چاند، مدنی ستاروں کے ٹھمرٹ میں نمودار ہوا، اور مدینہ کی فقنا اس نغمہ سے گونج اُٹھی۔

طلع البدر علينا من ثنات الوداع :- وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع الوداع کی گھاٹیوں سے چاند طلوع ہو گیا ہے۔ جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔

مدنی پروانوں کے ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا۔ ہر شخص حضورؐ کی ناقہ کی مہار کو اپنے قبضہ میں کرنے کی کوشش کرتا تھا اور جانتا تھا کہ کسی طرح نبیؐ کی مہمانی کی دولت اس کے

حصہ میں آجائے۔  
 سرکار نے یہ دیکھا کر فرمایا "اوغٹنی کی مہار چھوڑ دو اور اسے چلنے دو۔  
 جہاں خدا کو مجھے اتارنا ہے وہاں یہ اپنے آپ رُک جائے گی۔" چنانچہ  
 "نبی مالک بن نجار" کے محلہ میں پہنچ کر اوغٹنی خود بخود حضرت ایوب انصاری  
 کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی اور یہ سعادت ان کو نصیب ہوئی۔

اپنے محلہ میں حضور کو اُترتے دیکھ کر، بنی نجار کے بچے خوشی میں  
 مست ہو گئے اور چند بچیوں نے وارفتگی کے عالم میں یہ شعر پڑھنا شروع کیا  
 سخن جواد من بنی انجار      یا حیدن الحمد من جلا  
 دہم نبی نجار کی لڑکیاں ہیں،      آہا ہا محمد کیسے اچھے ہمارے پڑوسی ہیں،

حضور نے معصوم بچوں کے، اس محبت بھرے لغزے کو سنا تو آپ  
 فرمانے لگے "بچو! کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟" بچوں نے جواب دیا  
 "ہاں یا رسول اللہ"! یہ جواب سن کر حضور نے فرمایا "خدا جاننا  
 ہے کہ میرا دل بھی تمہاری محبت سے لبریز ہے۔"

## بھائی چارہ :-

مدینہ منورہ میں تشریح لے آتے کے بعد سرکار نے ایک شخص کو کہہ بھیج کر اپنے سب گھروالوں کو بھی بلوا لیا۔ اور جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے وہ بھی ایک ایک کر کے مدینہ میں آ گئے۔

کہ سے آئے والے مسلمان چونکہ اسلام کی خاطر اپنا گھریا اور مال دولت چھوڑ کر پے سرو سامانی کی حالت میں آئے تھے اس لئے ان کی امداد کی ضرورت تھی۔ سرکار نامدار نے ہر ہاجرہ دیکھ سے ہجرت کرنے والے کو ایک انصاری دمدگار مدینہ والے کا بھائی بنا کر اس کے سپرد کر دیا۔ مدینہ والوں نے حضور کے قائم کئے ہوئے اس رشتہ کو سگے رشتہ سے زیادہ سمجھا اور اپنی ہر چیز کے دو حصے کر کے ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیا اور دوسرا حصہ اپنے ہاجرہ بھائی کے لئے پیش کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک انصاری بھائی کے دو بیویاں تھیں۔ تو انھوں نے اپنے ہاجرہ بھائی سے کہا کہ میں ایک بیوی کو طلاق دے دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔

## مسجد نبوی :-

اب تک مدینہ طیبہ میں کوئی مسجد نہ تھی۔ مسلمان جہاں جگہ دیکھتے نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے تشریف لائے کے کچھ ہی عرصہ بعد مسجد کی تعمیر شروع کرادی۔ اس مسجد کی دیواریں بھی انہوں کی بنائی گئیں، کھجور کی لکڑی کے ستون قائم کئے گئے اور کھجور کی شاخوں اور پتوں سے چھت پائی گئی۔ اس مسجد کا فرش بھی کچا تھا اور چھت بھی کچی تھی۔ اس لئے جب مینہ برساتا تو بہرطوت کی طرح بہ جاتی۔ مسجد کے ساتھ حضورؐ کی ازواج مطہرات کے لئے بھی حجرے بنائے۔ یہ حجرے بھی کچے تھے۔ اس مسجد کی تعمیر میں صحابہؓ نے مزدور بن کر کام کیا۔ خود سرور عالمؐ بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔

## نئے مخالفین :-

مدینہ منورہ میں اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں بہت سے یہودی خاندان بھی آباد تھے۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ان کی عرب قبیلوں سے مخالفت رہتی تھی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اسلام کے قبول کرنے کے بعد مدینہ کے دونوں عرب قبیلے آس اور خزرج مل جل کر شیر و شکر ہو گئے ہیں اور مکہ سے آنے والے ہاجرین سے ان کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے، اور یہ طاقت روز بروز بڑھتی جاتی ہے تو انہیں بڑا فکر پیدا ہوا، اور وہ اسلام کی طاقت کو توڑنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔

مدینہ میں ایک شخص "عبداللہ ابن اُبتی" تھا۔ یہ وہاں کا سب سے بڑا رئیس تھا۔ اور حضورؐ کی تشریف آوری سے پہلے وہاں کی بادشاہت کا امیدوار تھا۔ مدینہ کے لوگوں میں اسلام کا عام میلان دیکھ کر ظاہر میں تو یہ بھی اپنی جماعت کے ساتھ مسلمان ہو گیا تھا مگر باطن میں سرکارِ نامدار کے اقتدار کو اپنی آرزوؤں کے لئے موت کا پیغام سمجھتا تھا۔ چنانچہ یہ بھی اپنی جماعت کے ساتھ یہودیوں کا خفیہ طور پر مددگار بن گیا۔ اس طرح "کفار مکہ" کی بجائے "مدینہ کے یہود اور منافقین" کی ایک نئی جماعت مسلمانوں کی حریت پیدا ہو گئی۔

چونکہ سرکارِ نامدار، جہاں تک ممکن ہو لڑائی سمجھ کر سے سے بچنا پسند کرتے تھے اس لئے اس وقت آپ نے چند شرطوں پر یہودیوں سے ایک معاہدہ کر لیا۔

اس معاہدہ کی خاص خاص شرطیں یہ تھیں کہ کوئی فریق کسی دوسرے فریق کے مذہب اور جان و مال کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ دشمن کے حملہ کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرے گا اور اگر فریقین میں کوئی جھگڑا پیدا ہو گا تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ دونوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

ظاہر ہے کہ یہ معاہدہ اگرچہ دوستانہ تھا مگر اس میں مسلمانوں کی حاکمانہ حیثیت محفوظ تھی۔

# جہاد

سرکارِ نامدارِ رحمۃ اللہ علیہ صلعہ تیرہ سال تک حکمت اور نصیحت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ آپ کا مذاق اڑایا گیا، آپ کو دیوانہ اور جادوگر بتایا گیا۔ آپ پر نجاست پھینکی گئی، آپ کو زخمی کیا گیا، آپ کے قتل کی سازشیں کی گئیں۔ آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا بائیکاٹ کیا گیا اور آخر کار گھبرا اور مال و دولت چھوڑ کر جلا وطن ہونے پر مجبور کر دیا گیا۔ یہ سب ظلم آپ نے سہے۔ اور صبر کیا۔

خیال یہ تھا کہ اب مکہ سے نکل جانے کے بعد تو مکہ کے کافر چھپا چھوڑ دیں گے، اور مسلمانوں کو اطمینان کے ساتھ خدا کا نام لینے دیں گے مگر ان بد بختوں نے خدا کے دین کی روشنی کو قبول کرنے کے لیے ہی نہ کیا بلکہ اسے سجدہ دینے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ مکہ میں بیٹھ کر وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔ اور مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کو مٹا دینے کی سازشیں شروع کر دی۔

کفارِ مکہ اور یہودِ مدینہ کی ان سازشوں سے مسلمانوں کو ہر وقت

مدینہ پر حملہ کا اندیشہ رہتا تھا اور رسول اللہ صلعم اور بعض بہادر مسلمان ساری ساری رات بپہرہ ہوتے گزار دیتے تھے۔

ایسا رسول اکرم صلعم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ مسلمان اپنی اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے کافروں کا مقابلہ کریں اور خدا نے اپنی مدد کا انہیں یقین دلایا۔

ان لوگوں کو جن سے کافر فطرت سے ہیں لڑنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ ان پر ظلم ہوا۔ اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکلے گئے صرف اس جرم میں کہ اپنا معبود خدا کو بتاتے ہیں۔

اسلامی شریعت میں اس قسم کی لڑائی کو "جہاد" کہتے ہیں اور یہ سبھی دنیا تک ان پر فرض کیا گیا ہے۔

خداوند تعالیٰ کے اس حکم کے بعد مسلمانوں اور کافروں میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ بعض لڑائیوں میں خود سرکار نامدار شریک ہوئے اور بعض میں کسی تجزیہ کار صحابی کو اپنی جگہ امیر بنا کر بھیج دیا۔ جن لڑائیوں میں خود حضور شریک ہوئے انہیں "غزوة" کہا جاتا ہے۔ اور جن میں حضور شریک نہ ہوئے انہیں "سیریہ" غزوات کی تعداد ۲۳ ہے اور سرباکی ۲۴۔ ان تمام لڑائیوں میں خدا نے اپنے وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو فتح دی۔ صرف غزوة اُحُد اور غزوة حنین دو لڑائیوں میں مسلمانوں کو کچھ نقصان ضرور پہنچا۔ غزوة اُحُد میں اس لئے کہ انھوں نے رسول اللہ کے حکم کی تعمیل میں غفلت برتی اور غزوة حنین میں اس لئے کہ انہیں

اپنی طاقت پر گھنڈ ہو گیا۔  
 اب ہم چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کو چھوڑ کر صرف چند خاص خاص اور  
 بڑی بڑی لڑائیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

# غزوہ بدر کے

یہ لڑائی مسلمانوں میں کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی۔ بات یہ ہوئی کہ مکہ والے ہر سال تجارت کا سامان لے کر ملک شام جایا کرتے تھے۔ اسی تجارت پر ان کی جنگی طاقت کا دار و مدار تھا۔ اس سال بھی ان کا قافلہ ملک شام گیا تھا۔ جب قافلہ لوٹتے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچا تو مسلمانوں کی رائے ہوئی کہ اس پر حملہ کیا جائے تاکہ کافروں کی طاقت کی بنیاد ہی مسمار ہو جائے اور انہیں مسلمانوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ رسول اکرم صلعم ۳۴ سالوں میں ہجرت ہوا جہاں انصار کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے۔ ادھر ابو سفیان کو بھی (جو قافلہ کے سردار تھے) مسلمانوں کے اس ارادہ کی کسی طرح خبر ہو گئی۔ انہوں نے فوراً ایک سوار کو مکہ دڑایا اور خبر دی کہ مسلمان ان پر حملہ کرنے کے لئے نکل آئے ہیں فوراً مدد کو پہنچیں۔ اور خود راستہ بدل کر اپنا قافلہ سمندر کے کنارے کنارے نکال لے گئے۔

مکہ والے پہلے ہی سے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار بیٹھے

تھے بس اپنے قافلہ کے واپس آنے کا انتظار تھا۔ انہیں جو یہ خبر ملی تو... ا  
آدمیوں کا لشکر جرّار پورے سادو سامان سے آراستہ ہو کر نکل کھڑا ہو۔

## صحابہ کا جوش ایمانی :-

جب سورعہ عالم کو اطلاع ملی کہ قریش کا تجارتی قافلہ تو نکل گیا ہے،  
اور ان کی زبردست فوج مقابلہ کے لئے آرہی ہے، تو آپ نے صحابہؓ  
سے مشورہ کیا کہ آگے بڑھا جائے یا مدینہ لوٹ آیا جائے۔ بعض صحابہؓ  
کی رائے ہوئی کہ چونکہ جنگ کے ارادہ سے نہیں نکلے ہیں اس لئے  
لوٹ جانا چاہئے۔ آپ نے فرمایا "اے لوگو! خدا نے مجھ سے وعدہ  
فرمایا ہے کہ یا قافلہ ہمارے ہاتھ آئے گا اور یا ہمیں فتح نصیب ہوگی  
چونکہ قافلہ نکل گیا۔ ہے اس لئے فتح یقینی ہے۔"

یہ سن کر حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کھڑے  
ہوئے اور بولنے لگے "یا رسول اللہ خدا کی طرف سے جو حکم ہوا ہے اس  
کی تعمیل کیجئے خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل قوم کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے  
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا "موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جا کر  
رہ لیں ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔"

یہ جواب سن کر حضورؐ نے انہیں دعادی اور انصار کی طرف اشارہ  
کر کے فرمایا "تم لوگ اپنی رائے ظاہر کرو" بات یہ تھی کہ انصار سے  
جو معاہدہ ہوا تھا اس میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ انصار اپنی سستی میں حضورؐ  
کی حفاظت کریں گے نہ یہ کہ وہاں سے نکل کر دوسروں پر حملہ کرنے میں  
بھی مدد دیں گے۔ اس لئے انصار سے ان کا ارادہ معلوم کرنا ضروری تھا

حضرت سعد بن معاذؓ نے سردار اوسؓ کے بڑھے اور کہا یا رسول اللہؐ جب ہم آپ پر ایمان لے آئے اور آپ کو خدا کا سچا نبی مان لیا پھر خدا آپ کو جو حکم دے، اگر گزریے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم خدا کی اگر آپ سمندر میں کودیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ سمندر میں کودیں گے۔“

انصار کے اس جواب سے حضورؐ کا چہرہ مبارک چمک اٹھا اور بہت خوش ہوئے۔

مدینہ منورہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر ایک مقام بدر ہے، وہیں قریش کی فوج اتری ہوئی تھی۔ سرکارِ نادر نے اسی طرف کوچ کا حکم دیا اور وہاں پہنچ کر ایک چشمہ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔

## مقابلہ :-

۱۱، رمضان ۶ؓ کو صبح کے وقت دونوں فوجیں آمنے سامنے آئیں۔ ایک طرف ایک ہزار ساندوسان سے آراستہ کافر تھے۔ اور دوسری طرف ۳۱۲ بے سروسامان مسلمان تھے۔ حضورؐ نے مسلمانوں کی صفوں کو درست کیا اور پھر خدا سے دعا مانگی: ”اے اللہ یہ قریش کے کافر غرور میں مست ہو کر آئے ہیں، تیری نافرمانی کرتے ہیں اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ جس مدد کا تو نے وعدہ کیا ہے، اسے پورا کر۔“ اس کے بعد پہلے ہر فریق کی طرف سے ایک ایک آدمی ٹٹنے کے لئے نکلا اور پھر دونوں فوجوں میں گھمساں کی لڑائی ہوئی اور خدا

کے وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو دبر دست فتح نصیب ہوئی۔  
اس لڑائی میں قریش کے تقریباً ستر سردار مارے گئے جن میں  
مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ابو جہل بھی تھا اور ستر ہی گرفتار ہوئے  
مسلمانوں کی جماعت میں سے صرف بارہ شہید ہوئے۔

## صحابہ کی مختلف شانیں :-

کافر قیدی جب مدینہ پہنچے تو رسول اکرم صلعم نے صحابہ کرام سے  
ان کے بارہ میں مشورہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ان لوگو  
نے ہمیشہ آپ کو تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ آپ ان میں سے ہر ایک کو اسکے  
مسلمان رشتہ دار کے ہاتھ سے قتل کرائیں۔ تاکہ ایک طرف یہ اپنے  
کئے کی سزا کو پہنچیں، اور دوسری طرف دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے  
دل میں مشرکوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ "یا رسول اللہ اب خدا نے  
آپ کو ان پر فتح دی ہے تو ان پر رحم ہی کیجئے اور ان سے فدیہ لے  
کر چھوڑ دیجئے۔ تاکہ ہماری ضرورتیں پوری ہوں اور ان کے لئے ہدایت  
حاصل کرنے کا موقع باقی رہے۔"

حضور نے فرمایا۔ "اے ابو بکر تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی  
سی ہے جنھوں نے فرمایا۔ "اے خدا جس نے میری بیروی کی وہ میری  
جماعت میں سے ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو اس کو جہنم  
والا اور اس پر رحم کرنے والا ہے۔" اور اے عمر تمہاری مثال نوح علیہ السلام  
کی سی ہے جنھوں نے دعا مانگی۔ "اے اللہ زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ۔"

اور پھر حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔  
 چنانچہ جو مالدار قیدی تھے ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور جو غریب  
 قیدی تھے ان سے کہا گیا کہ وہ دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا  
 سکھادیں، اور آزاد ہو جائیں۔

## غزوہ غطفان

یہ کوئی بڑا غزوہ نہیں ہے مگر اس میں بہت وجہرات کا ایک سبق آموز واقعہ پیش آیا۔ اس لئے ہم اس کا ذکر کر رہے ہیں۔

۳ھ میں بنی ثعلبہ اور بنی محارب کے ۲۵۰ افراد دُعثور بن الحارث کے ماتحت اس ارادہ سے نکلے کہ مدینہ پر ڈاکہ باریں۔ نبی کریم صلعم صحابہ کو لے کر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ بنی ثعلبہ اور بنی محارب کو مقابلہ پر آکر لڑنے کی بہت نہ ہوئی اور بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مسلمان لوٹ رہے تھے کہ راستہ میں بارش ہو گئی اور سب کے کپڑے بھیگ گئے اور جب بارش رُز کی تو سب نے اپنے اپنے کپڑے سکھانے کے لئے دُھوپ میں پھیلا دئے۔

سرکارِ ناما نے بھی ایک طرف جا کر کپڑے پھیلا دئے اور ایک درخت کے سایہ میں تنہا آرام فرمانے لگے۔ دُعثور کو کسی طرح پتہ چل گیا کہ حضورؐ تنہا فلاں جگہ آرام فرما رہے ہیں دلبے پاؤں آکر تلوار کھینچ کر حضور کے سر پر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ "اے محمد آج میرے ہاتھ سے تمہیں کون

بچا سکتا ہے؟“  
حضورؐ کو ذرا بھی ہراس نہ ہوا۔ اور نہایت اطمینان کے ساتھ جواب  
دیا۔ ”اللہ تعالیٰ“۔

دعشور بڑا بہادر اور جری شخص تھا مگر حضورؐ کے اس جواب سے  
اس پر دہشت طاری ہو گئی اور وہ کھڑکھڑکا نینے لگا اور تلوار اس کے  
ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔

حضورؐ نے وہ تلوار اٹھالی اور فرمانے لگے: ”دعشور! اب تمہیں میرے  
ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟“

دعشور نے کہا ”کوئی نہیں“ مگر حضورؐ نے اسے معاف کر دیا۔ آپ  
کے اس برتاؤ کا اس پر یہ اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم  
کو بھی مسلمان بنا لیا۔ ۱۰

## غزوة احد

بدر کی شکست فاش سے کفار مکہ کے گھروں میں کپہام مچ رہا تھا اور ان کے دلوں میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ چنانچہ ایک سال تک تیاریاں کرنے کے بعد، وہ تین ہزار کاشکرہ جوار لے کر اپنے عزیزوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے نکلے۔

اس مرتبہ ان کے ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں تاکہ مردوں کو لڑائی کے میدان میں غیرت و لائیں اور کچھ شاعر بھی تھے تاکہ ان کے رشتہ داروں کے مرثیے سنا سنا کر ان کے جوش کو بھڑکائیں۔

یہ لشکر پوری شان و شوکت کے ساتھ مکہ سے نکل کر مدینہ منورہ کے قریب احد پہاڑ کی وادی میں ایک چشمہ کے کنارے آتھا۔

۴۴۔ سوال ۳۷ کو بعد نماز جمعہ، سرکار نامہ صلعم ایک ہزار ساتھیوں کو لے کر باہر نکلے مگر تھوڑی دور ساتھ جا کر عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس لوٹ گیا۔ اور صرف سات سو جان نثار حضورؐ کے ساتھ رہ گئے۔

## بچوں کا شوقِ جہاد۔

مدینہ سے باہر آ کر جب حضورؐ نے لشکرِ اسلام کا جائزہ لیا تو اس میں کچھ تو عمر بچے بھی تھے۔ حضورؐ نے ان کو ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا۔ اور پہلا ٹھسلا کر واپسی پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر بچوں کے شوق کا یہ عالم تھا کہ وہ کسی طرح واپس جانے کے لئے تیار نہ تھے۔ چنانچہ رافع بن خدیج سے جب آپؐ نے واپس جانے کیلئے کہا تو وہ بچوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تاکہ بڑے سے معلوم ہوں اور حضورؐ سے کہا "یا رسول اللہ میں تو بڑا اچھا تیرا ناز ہوں۔" حضورؐ نے رافع کو شرکت کی اجازت دیدی۔

سمرہ بن جندب بھی رافع کے ہم عمر تھے لیکن وہ لڑائی میں شرکت سے روک دئے گئے تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ رافع کو اجازت مل گئی ہے تو بھاگے ہوئے آئے اور کہنے لگے "یا رسول اللہ جب آپؐ نے رافع کو اجازت دی ہے، تو مجھے بھی دیجئے۔ میں تو ان کو کشتی میں پھینک دیتا ہوں۔" حضورؐ نے فرمایا "اچھا کشتی لڑو۔" چنانچہ کشتی ہوئی اور سمرہ نے رافع کو پھینک دیا۔ اب حضورؐ نے سمرہ کو بھی اجازت دے دی۔

## جنگ :-

حضورؐ نے اُحد پہاڑ کو پیٹھ پچھے رکھ کر اپنی فوج کی صف بندی فرمائی۔ مگر چونکہ پچھے پہاڑ کے ایک درہ سے دشمنوں کے حملہ کا خوف تھا اس لئے عبداللہ بن جبیرؓ کی ماتحتی میں ۵۰ تیر اندازوں کی ایک جماعت درہ کی حفاظت کے لئے متعین کر دی اور انہیں ہدایت کر دی کہ خواہ ہم جیتیں یا ہاریں تم لوگ اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔

اس کے بعد دونوں طرف کی فوجیں آگے بڑھیں اور گھسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ کافر اگرچہ مسلمانوں سے کئی گنے تھے مگر مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملوں کی تاب نہ لاسکے اور اپنا ساز و سامان چھوڑ کر میدان سے بھاگ نکلے۔ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے عبداللہ بن جبیرؓ کے دستہ نے جب دیکھا کہ ان کے ساتھی مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں تو وہ بھی درہ کو چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ بن جبیرؓ نے انہیں روکنے کی کوشش بھی کی اور رسول اکرم ﷺ کی ہدایت یاد دلائی مگر انہوں نے کہا کہ سرکار کا یہ حکم تو لڑائی کے وقت کے لئے تھا اب لڑائی ختم ہو چکی۔ ہم یہاں کھڑے ہو کر کیا کریں؟ خود عبداللہ بن جبیرؓ اپنی جگہ سے نہ ملے اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ وہیں کھڑے رہے۔

## فتح کے بعد شکست :-

خالد بن ولیدؓ جو اس وقت کافروں کے ایک دستہ کے سردار تھے، نے جب دیکھا کہ مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں اور درہ کا راستہ خالی ہے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے درہ سے نکل کر مسلمانوں پر پشت کی طرف سے حملہ کر دیا۔ درہ کے محافظ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے چند ساتھیوں نے مقابلہ کیا مگر سب شہید ہو گئے۔ مسلمان اس ناگہانی حملے سے بدحواس ہو گئے اور گھبراہٹ میں آپس میں ہی ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اسی دوران میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ سرکارِ نامدارؐ شہید ہو گئے۔ اس خبر سے رہے سہے حواس بھی جاتے رہے۔ اور مسلمانوں کی فوج میں سخت ہتھی پھیل گئی۔

مسلمان ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اور سرکارِ نامدارؐ کے ساتھ چند قداکادوں کی جماعت رہ گئی کافر موقع دیکھ کر آپ کی طرف بڑھے اور پلے ہلے حملے کرنے شروع کر دیے مگر ساتھیوں نے آپ کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور سپرین کر گھرے ہو گئے۔

حضرت ابو طلحہ انصاریؓ ایک ماہر تیر انداز تھے انہوں نے کافروں بہا س کثرت سے تیر برسائے کہ تر گمش خالی کر دیے۔ آپ تیر پھینکتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے، یا رسول اللہ میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں، جب تک میرا سینہ موجود ہے آپ پر کسی کافر کا تیر نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت ابو دجانہؓ اپنی پشت کافروں کی طرف کر کے، جھک کر کھڑے ہو گئے تاکہ جو تیر آئے وہ آپ کی پشت پر پڑے۔ اور حضور تک نہ پہنچے۔

حضرت زیادہ بن حارثؓ بھی حضور کی حفاظت میں لڑ رہے تھے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔ حضور نے فرمایا انہیں میرے پاس لاؤ اور قدم مبارک پہان کا سر رکھ لیا اور اسی حالت میں انہوں نے جان دیدی۔

حضرت طلحہؓ بھی حضور کی مدافعت کر رہے تھے۔ لڑائی کے بعد جب گنا گیا تو ان کے جسم پر ستر سے زیادہ زخموں کے نشان تھے۔ ابو عامرؓ ایک کافر نے ایک گڑھا کھود کر اسے ڈھک دیا تھا۔ حضور کا قدم مبارک اس پر پڑا تو آپ اس میں گر گئے اور سہوش ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے حضور کے گھٹنے پھیل گئے تھے۔ اس لئے حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت طلحہؓ نے آپ کو اس میں سے نکالا۔ مگر جو نبی آپ باہر نکلے ایک کافر نے آپ کے رُخ انور پر پتھر مارا جس سے دندان مبارک شہید ہو گئے اور ایک دوسرے کافر نے آپ پر تلوار کے کئی وار کئے جس سے حضور کی خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے۔

بعض جاں نثاروں نے خدا کے حبیبؐ کو خون میں شربور دیکھا تو بے چین ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اب کس بات کا انتظار ہے؟ اب تو کافروں کے لئے یہ دعا کہجئے۔ مگر حضور نے جواب دیا۔ میں مخلوق کو خدا کی رحمت سے دور کرنے کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ سرتاپا

رحمت بن کر آیا ہوں اور پھر دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ یہ مجھے نہیں پہچانتے۔ ۵

اسی حالت میں کعب بن مالک انصاری کی نگاہ آپ پر جا پڑی تو انہوں نے چیخ کر کہا مسلمانوں مژدہ ہو کہ سرکارِ نامدار زندہ ہیں۔

یہ خبر سن کر مسلمانوں کی جان میں جان آئی اور ہر طرف سے رسول اللہ صلعم کی طرف دوڑ پڑے۔ رسول اللہ صلعم کچھ صحابہ کو اپنے ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے تاکہ سب مسلمانوں کو حضور کے زندہ مسلمان ہونے کا علم ہو جائے۔

حضور کو پہاڑ پر چڑھتے دیکھ کر دشمن بھی پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ مگر حضرت عمرؓ نے انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ ایک شخص ابی بن خلف جوش میں چیخ کر کہنے لگا کہ میں آج محمد کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ حضور نے صحابہ سے کہا کہ اسے آئے دو، جب پاس آیا تو آپ نے اس کے ایک نیزہ مارا جس سے اس کے کاری زخم لگا اور وہ مکہ کو ہالتے ہوئے راستہ ہی میں مر گیا۔ یہی وہ بد نصیب تھا جسے سرکارِ نامدار نے اپنے ہاتھ سے مارا اور نہ حضور نے کسی کافر کو اپنے ہاتھ سے مارنا پسند نہ کیا۔

حضور پر توڑ مئی شہادت کی خبر مدینہ بھی پہنچ گئی تھی۔ اس لئے بہت سی عورتیں گھبرا گھبروں سے نکل کھڑی ہوئیں۔ چنانچہ حضرت فاطمہ زہراؓ بھی میدانِ جنگ میں پہنچ گئیں۔ حضرت علیؓ نے پانی ڈالا اور انہوں نے حضور کے چہرہ مبارک سے خون دھو کر، چٹائی کی راکھ زخم میں بھردی۔ اس طرح یہ لڑائی جس میں مسلمانوں کو کھلی ہوئی فتح حاصل ہوئی

تھی چند آدمیوں کی غفلت کی وجہ سے جنہوں نے حضور کے حکم کی پورے  
 طور پر تعمیل نہ کی اور اپنے فسر کے کہنے کو نہ مانا، شکست میں تبدیل ہو گئی  
 اس لڑائی میں ۳۳ کافر مارے گئے اور ستر مسلمان شہید ہوئے  
 جن میں سرکار کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ آپ کی شہادت  
 کا رسول اللہ صلعم کو بہت رنج ہوا، ایک تو وہ آپ کے خفیق چچا تھے  
 اور دوسرے کافروں نے آپ کی لاش کا بری طرح تیا پانچا کیا تھا۔  
 ابوسفیان کی بیوی ہند نے پہلے آپ کے ناک اور کان جسم سے جدا  
 کئے اور پھر پیٹ چاک کر کے جگر چا ڈالا۔

## غزوہ حمرالاسد

مدینہ میں پہنچ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ کہیں مشرکین اپنی فتح کے جوش میں مدینہ پر حملہ نہ کر دیں۔ اس لئے آپ نے صحابہ کو کوچ کے لئے تیار ہو جانے کا حکم دیا، یہ زخمی شیر اپنے زخموں کی مرہم بنی کر کے بے تکلف راہِ خدا میں جان دینے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ اور مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر مقام حمرالاسد میں جا کر قیام کیا۔

سرکار کا خیال صحیح تھا، کفار مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے لوٹ رہے تھے، ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ مسلمان کل کی شکست سے دل شکستہ اور زخمی بدن پڑے ہوں گے وہ ہمارا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم مدینہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ خود کافروں کا بھیا کرنے کے لئے مدینہ سے نکل چکے ہیں تو انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ سیدھے مکہ واپس چلے جائیں اور اپنی فتح کو شکست سے نہ بدلیں۔ چنانچہ وہ مکہ واپس چلے گئے۔

# حضرت خلیفہ ان کے ساتھ بیوی قربانی

مصر سے کا واقعہ ہے کہ قبیلہ خزیمہ کے چند آدمی حضور کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ پہاڑی قوم کے کچھ آدمی مسلمان ہو گئے ہیں آپ چند صحابیوں کو ہمارے ساتھ کر دیجئے تاکہ وہ انہیں قرآن سکھادیں۔ آپ نے عاصم بن ثابت انصاریؓ کو سفار بنا کر چند صحابیوں کے ساتھ کر دئے جب مقام رجیع میں پہنچے تو ان لوگوں نے صحابہ سے فساری کی اور سفیان بن خالد ہذلی (جو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا) کی قوم ہذیل کو خبر دے کر ان کے دو سو آدمی بلوا لئے۔

صحابہ کی جماعت کو جب معلوم ہوا کہ ان کو پکڑنے کے لئے قبیلہ ہذیل کے آدمی آگئے ہیں تو فہ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ کافروں نے ان سے قسمیں کھا کر کہا کہ تم لوگ نیچے آؤ ہم تمہیں امان دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں سے تین آدمی تو ان کے دھوکے میں آگئے جنہیں انہوں نے پکڑ کر قید کر لیا اور باقی لوگ شہید ہو گئے۔

جو تین مسلمان کافروں کے ہاتھوں میں قید ہو گئے تھے ان میں سے ایک نے تو راستہ میں موقع پا کر مقابلہ کیا اور شہید کر دئے گئے اور باقی دو حضرت خلیفہؓ اور حضرت زیدؓ کو کافروں نے مکر لاکر قریش کے ہاتھ

بیچدیا۔

حضرت غیبیہؓ ماویہؓ نام ایک عورت کے گھر میں قید تھے وہ کہتی ہے کہ جب غیبیہؓ پچھلی رات کو قرآن مجید پڑھتے تو پاس پڑوس کی عورتیں جمع ہو جاتیں اور بے اختیار رونے لگتیں۔

## رسول اللہ سے محبت کی شان ہے

کچھ عرصہ بعد جب اشہر حرم دوہ چینی جن میں کشت و خون کو جائز نہیں سمجھا جاتا، گزر گئے تو حضرت غیبیہؓ کو قتل کرنے کے لئے مکہ سے باہر ایک میدان میں لے گئے۔ شہادت سے پہلے انہوں نے کافروں سے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ نماز پڑھی اور کچھ دیر دعا مانگی۔ پھر فرمانے لگے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر سے دیر لگا رہا ہوں تو کچھ دیر اور دعا مانگتا۔ یہ فرما کر آپ اٹھے اور ہنسی خوشی سولی پر چڑھ گئے۔

جب آپ شہید کئے جانے لگے تو چند کافروں نے کہا اسے غیبیہؓ اگر تم بیچ جاؤ اور تمہاری جگہ محمد قتل کئے جائیں تو کیا تم اسے پسند کر دو گے۔ حضرت غیبیہؓ نے جواب دیا۔ لا حول ولا قوۃ! میں تو اپنے آقا و مولیٰ کے پاؤں میں کانٹا چبھتا، اپنی گردن پر چھری چلنے سے زیادہ سمجھتا ہوں۔

یہ جواب سن کر سب کافر حیران رہ گئے اور ابو سقیان (جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے) یہ جواب سن کر کہنے لگے، میں نے کسی شخص کے ساتھیوں کو اس سے اتنا محبت کرتے نہیں دیکھا جتنا محمدؐ کے ساتھیوں کو ان سے محبت کرتے دیکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت خبیثؓ کو کافروں کے نعرے مسرت کی گونج  
 میں شہید کر دیا گیا جس وقت آپ کی روح پرواز کر رہی تھی زبان پر یہ اشعار تھے۔  
 جب میں دین اسلام پر مر رہا ہوں تو مجھے پرہیزگاری میں ماہِ خدا میں  
 کس پہلو پر گرتا ہوں اگر خدا چاہے تو وہ قطع کئے ہوئے ہر عضو پر اپنی  
 برکت نازل فرما سکتا ہے۔

حضرت خبیثؓ کی طرح حضرت زیدؓ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ اور آپ سے  
 بھی اسی قسم کے سوال و جواب ہوئے۔

# غزوة خندق

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ کے اس پاس بسنے والے یہودی قبیلے مسلمانوں کی مخالفت پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ انہیں مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق اور اسلام کا عروج و ترقی دیکھ کر تنگ نہ بھاتی تھی، مگر سکا نام لڑنے مصلحت وقت سمجھ کر، مدینہ آتے ہی ان سے معاہدے کر لئے تھے، مگر یہودی اپنے دل کے بلا لپے سے مجبور تھے۔ معاہدے ہو جانے کے بعد بھی وہ چپکے چپکے سازشوں میں مصروف رہتے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کی مخالفتوں کا کوئی موقعہ چھوڑتے نہ تھے۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ یہودیوں کے قبیلہ بنی النضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر راکر شہید کرنے کی سازش کی، لیکن خداوند تبارک و تعالیٰ نے حضور کو آگاہ کر دیا اور آپ اس سازش کا شکار ہونے سے بال بال بچ گئے۔

بنی النضیر کی اس حرکت کی سزا دینے کے لئے حضور نے ان پر فوج کشی کی۔ یہودی قلعہ بند ہو بیٹھے۔ جب دو ہفتے گزر گئے تو انھوں نے حضور سے درخواست کی کہ انہیں مدینہ چھوڑ کر نکل جانے کی اجازت دی جائے حضور نے اجازت دیدی، اور یہ لوگ کچھ خیبر میں جا بسے اور کچھ ننگ شام

میں آباد ہو گئے۔ جلا وطن ہونے کے بعد یہودیوں کے دل کی کسک اور  
 بڑھ گئی اور انہوں نے طے کر لیا کہ مسلمانوں کی مخالفت میں کوئی کسٹ اٹھا  
 نہ رکھیں گے۔ چنانچہ ان کے چند سردار مکہ پہنچے اور کفار مکہ کو مسلمانوں سے  
 لڑنے کے لئے آمادہ کیا۔ پھر قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے۔ اور انہیں بھی  
 ساتھ ملا یا، اور آخر میں قبیلہ بنی قریظہ کے یہودی بھی جن کا مسلمانوں کے  
 ساتھ معاہدہ تھا ان کے ساتھ مل گئے۔ اس طرح یہود اور مشرکین کا  
 ۲۴ ہزار کا زبردست لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

مسلمان تعداد میں بہت کم تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی نے مائے دی کہ مدینہ کے  
 فوج میں جس طرف سے دشمن کے حملہ کا اندیشہ ہے اس طرف خندق  
 کھودی جائے اور مسلمان خندق کے اندر رہ کر جنگ کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پاتے ہی، لشکر اسلام کے سب  
 سپاہی بھاؤ بڑھے لے لے کر جت گئے اور پانچ ہاتھ گہری خندق کھودی گئی  
 پھر مدینہ سے نکل کر، خندق سے ور سے تین ہزار مسلمانوں نے اپنی صفیں  
 قائم کر لیں۔

عرب والوں کے لئے خندق ایک نئی چیز تھی۔ کافروں کو مسلمانوں کی  
 اس تدبیر پر بڑا تعجب ہوا۔ دست و دست لڑائی تو ہونہ سکتی تھی۔ اس لئے  
 تیر اندازی کا مقابلہ ہوتا رہا۔

یہ مقابلہ پندرہ روز تک جاری رہا۔ کافروں نے کوشش کی کہ کسی  
 طرح خندق کو پار کر کے مسلمانوں پر حملہ کریں مگر یہ ممکن نہ ہو سکا۔ ایک دن  
 قریش کے چند جو شیخیلے توجران گھوڑے دوڑاتے ہوئے خندق کو پار کرنے

کے ارادہ سے آگے بڑھے مگر ان میں سے ایک جو خندق کو پار کر گیا تھا قتل کر دیا گیا۔ ایک خندق میں گر کر مر گیا اور باقی بھاگ گئے۔

جوں جوں دن گزرتے جاتے تھے، کافروں کی پریشانی بڑھتی جاتی تھی۔ ۲۴ ہزار کے لشکر کے لئے کھانے پینے کا انتظام آسان کام نہ تھا۔ ایک طرف کھانے پینے کا سامان ختم ہو رہا تھا اور ان کے جانور بھوکے مر رہے جا رہے تھے دوسری طرف خداوند تعالیٰ نے آندھیوں کے جھکڑ چلا دیئے جس سے ان کے خیموں کی چھتیں اکھڑی جاتی تھیں اور چوڑھوں پر ہانپتے پھرتے ہوئے جاتی تھیں، اسی دوران میں غطفان کے ایک معزز سردار "نعیم بن مسعود" مسلمان ہو گئے اور ان کی تدبیر سے کافروں کے جھگڑوں میں تفرقہ پڑ گیا۔ ان ناموافق حالات سے مجبور ہو کر کافروں کی جماعتوں نے ناکام اپنے گھروں کا رخ کیا اور خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سخت آزمائش سے نجات دی۔ یہ واقعہ شوال ۸ھ کا ہے۔

# بنی قریظہ کی بد عہدی کی سزا

اس لڑائی سے فارغ ہوتے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فوراً بنی قریظہ کی سستی کی طرف کوچ کا حکم دیا۔ یوں تو یہ لوگ کئی مرتبہ عہد شکنی کر چکے تھے مگر غزوہ خندق کے نازک موقع پر جبکہ مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغے میں تھے ان لوگوں نے دشمنوں کا ساتھ دے کر اپنا اعتبار بالکل کھو دیا تھا اور اب وہ کسی رعایت کے مستحق نہ تھے۔

شکر اسلام نے ان کی سستی کا محاصرہ کر لیا اور یہ لوگ قلعہ بند ہو بیٹھے جب ۲۵ دن اسی طرح گزر گئے اور بھوک کے مارے دم نکلنے لگا تو انہوں نے مجبوراً خود کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا۔ اور درخواست کی کہ بنی نضیر کی طرح انہیں بھی کسی دوسرے ملک میں چلے جانے کی اجازت دی جائے مگر سرکارِ نامدار نے منظور نہ کیا۔ پھر انہوں نے درخواست کی کہ ان کے معاملہ کا فیصلہ سردارِ اوس حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا جائے جنہوں نے یہ منظور فرمایا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے پرانے حلیے تھے۔ انہیں خیال تھا کہ سعد جہاں تک ممکن ہوگا ہمارے ساتھ رعایت مرّت کریں گے اور پُراٹے

تعلقات کا خیال رکھیں گے۔ مگر صحابہ کرام کی نگاہوں میں اسلام کے لائڈہ کے مقابلہ میں تعلقات اور رشتہ داری کوئی چیز نہ تھی اس لئے انہوں نے فیصلہ دیا کہ عورتوں اور بچوں کو جھوڑ کر جتنے مرد ہیں قتل کر دئے جائیں چنانچہ سب بنی قرظہ موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ ۵

## حضرت صفیہؓ کی بہادری :-

جنگ خندق کے زمانہ میں ایک مسلمان خاتون کی ہمت اور بہادری کا واقعہ بھی ذکر کے قابل ہے۔ یہ خاتون ہمارے رسولِ معلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ ہیں۔

واقعہ یہ ہوا کہ جنگ کے زمانہ میں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے حضرت حسان بن ثابتؓ اور سرکار کے درباری شاعر تھے کے قلعہ میں بھیدے گئے تھے ایک دن حضرت صفیہؓ نے دیکھا کہ ایک یہودی قلعہ کا چکر لگا رہا ہے۔ اور کچھ تاؤ بھاؤ لے رہا ہے۔ قرینہ سے انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی جاسوس ہے۔ حضرت حسانؓ سے کہنے لگیں :-

حسان! ذرا اس یہودی کو تو جا کر قتل کر دو۔ حضرت حسانؓ زبان کے عجاہد تھے ہاتھ کے عجاہد نہ تھے۔ جواب دیا۔ صفیہؓ تم تو جانتی ہو کہ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں۔ یہ جواب پا کر حضرت صفیہؓ ایک لاکھی لے کر خود روانہ ہو گئیں اور پاس پہنچ کر اس زود سے یہودی کے سر پر سید کی کہ اس کا بھیجا نکل گیا۔ واپس آ کر حضرت حسانؓ سے پھر کہا۔ حسان! میں عورت ذات ہوں غیر مرد کا بدن نہیں چھو سکتی ذرا اس کافر کے ہتھیار تو اتار لاؤ۔ حضرت حسان

پولے اے عبدالمطلب کی بیٹی مجھے ہتھیاروں کا کیا کرنا ہے۔ یہ جواب سن کر  
 حضرت صفیہؓ پھر گئیں۔ اور اس یہودی کے ہتھیار اتار لائیں اور اس کا سر  
 کاٹ کر یہودیوں کی طرف پھینک دیا۔ ۵

## صلح حدیبیہ

ذی تعدہ ۶ھ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ نبیوں کا خواب بھی ایک قسم کی وحی الہی ہوتی ہے اس لئے آپ نے اسے غیبی اشارہ سمجھ کر عمرہ (زیارت خانہ کعبہ) کی تیاری شروع کر دی اور عمرہ کا حرام باندھ کر اور قربانی کے اونٹ لے کر، ۱۵۰۰۔ انصار و ہاجرین کی جماعت کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور مکہ کے قریب حدیبیہ میں جا کر اترے قریش کو جب حضورؐ کے تشریف لانے کی خبر ملی تو انھوں نے مقابلہ کی تیاری شروع کر دی اور بدیل بن ورقار خزاعی کو حضور کے پاس آنے کا مقصد معلوم کرنے کے لئے بھیجا حضور نے جو مقصد تھا وہ بیان کر دیا۔ چنانچہ بدیل نے قریش سے آکر کہہ دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں جنگ کے ارادہ سے نہیں۔

قریش نے بدیل کی بات پر بھروسہ نہ کیا اور دوبارہ احابش کے سردار علیس بن حلقمہ کو بھیجا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ مسلمان احرام کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور قربانی کی اونٹنیاں بھی ان کے ساتھ ہیں تو قریش سے

جا کر سارا حال بیان کر دیا اور کہہ دیا کہ مسلمانوں کو روکنا مناسب نہیں ہے یہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کیا غضب ہے کہ دنیا بھر کے لوگ حج کر سکیں اور عبدالمطلب کی اولاد کو اس کی اجازت نہ دی جائے مگر قریش نے عیسیٰ کی بات بھی نہ مانی۔

## تاجدارِ مدینہ کی عظمت :-

پھر انھوں نے عروہ بن مسعود و سوارِ طائفہ کو حضور کے پاس بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کی طاقت کا کبھی اندازہ لگائے۔ اور اگر ممکن ہو تو کسی طرح انہیں واپسی پر رضامند کر دے۔ عروہ نے حضور سے کہا اسے محمد تم ان لوگوں کو سنے کر اپنی قوم کو مٹانے آئے ہو۔ قریش نے عہد کر لیا ہے کہ وہ تم کو نہ بزبردستی مکہ میں ہرگز نہ داخل ہوتے دیں گے۔ میں ابھی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھی قریش کے حملہ کی تاب نہ لاکر تمہیں چھوڑ بھاگیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کو یہ سن کر غصہ آگیا اور ان کی اس سے جھڑپ ہو گئی۔

عروہ نے واپس جا کر قریش سے کہا: اسے قوم میں کسریٰ اور قہم سے کہہ دو۔ درباروں میں بھی گیا ہوں اور نجاشی کے دربار میں بھی گیا ہوں مگر جو شان میں نے محمد کی دیکھی وہ کسی بادشاہ کی نہ دیکھی۔ ان کے ساتھی ان کے وضو کے پانی کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے اور ادب کی وجہ سے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے اور ان کے سامنے بلند آواز سے نہیں بولتے۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم ان سے نہ الجھو اور جس مقصد کے لئے آئے ہیں اسے پورا کر لینے دو۔

## بیعت رضوان :-

اب رسول اکرم صلعم نے بھی حضرت عثمان بن عفان کو قاصد بنا کر مکہ بھیجا تاکہ قریش کو رسول اللہ صلعم کے تشریف لانے کا مقصد بتا دیں اور انہیں عمرہ میں رکاوٹ ڈالنے سے باز رکھیں مگر قریش نہ مانتا اور حضرت عثمانؓ کو نظر بند کر دیا۔

جب حضرت عثمانؓ واپس نہ آئے تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ انہیں شہید کر دیا گیا ہے اس خبر سے مسلمانوں میں بظاہر جوش پھیل گیا۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا کہ اب ہم جنگ کے بغیر نہ لوٹیں گے۔ اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر معاہدہ کر ام سے جان کی قربانی کا وعدہ لیا۔ اس وعدہ کو "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس وعدہ پر اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا۔

## صلح :-

اس واقعہ کی خبر جب مکہ پہنچی تو قریش ڈر گئے، انہوں نے حضرت عثمان اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور سہیل بن عمرو کو اپنی طرف سے صلح کا پیغام دے کر بھیجا۔ رسول اکرم صلعم کا ارادہ لڑائی کا پہلے ہی نہ تھا۔ اسلئے مختصر گفتگو کے بعد ان شرطوں پر صلح ہو گئی۔

(۱) دس سال تک مسلمانوں اور قریش میں لڑائی نہ ہوگی۔

(۲) جو قبیلہ مسلمانوں سے معاہدہ کرنا چاہے ان سے معاہدہ کرے اور جو قریش سے معاہدہ کرنا چاہے ان سے معاہدہ کرے۔

(۳) اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کرنا ہوگا لیکن اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص قریش کے پاس چلا جائے تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

(۴) اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ جائیں۔ آئندہ سال آئیں مگر سوائے تلوار کے جو میاں میں ہوگی کوئی ہتھیار نہ لائیں، تین دن مکہ میں رہیں اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں۔

ان شرطوں میں سے تیسری شرط مسلمانوں کو ناگوار گزری چنانچہ بعض صحابہ نے حضور سے اس ناگواری کا اظہار بھی کیا لیکن حضور نے فرمایا کہ جو شخص ہم کو چھوڑ کر کافروں میں جاٹے گا اس کا دور ہو جانا ہی بہتر ہے اور جو انہیں چھوڑ کر ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے لوٹا دیں گے تو خدا اس کے لئے چھینکار سے کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر ہی دے گا۔ اس صلح کے بعد مسلمانوں نے اپنے بال ترشوائے اِحرام کے کپڑے اتارے اور قربانیاں کیں اور مدینہ کو واپس ہو گئے۔

## فتح یا شکست؟

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمان اس صلح کی شرطوں کو پسند نہ کرتے تھے اور انہیں اپنی کمزوری سمجھتے تھے۔ چنانچہ صلح نامہ کی تکمیل ہو جانے کے بعد بھی احرام کھولتے پر اس وقت تک تیار نہ ہوئے جب تک کہ خود حضور نے اپنا احرام نہ کھول دیا۔ مگر خداوند تعالیٰ نے اس صلح کو فتح کا نام دیا۔ اور دراصل یہ صلح فتح ہی ثابت ہوئی۔ اب تک کائناتوں کو

مسلمانوں سے ملنے جلنے اور ان کے مذہب کو سمجھنے اور ان کے اخلاق کو  
 پہر کھننے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اب جو صلح ہوئی اور کافر دینہ میں آنا وانا آنے  
 جانے لگے تو انہیں یہ موقع ملا۔ اور وہ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر خود بخود  
 مسلمان ہونے لگے۔ دوسرے قریش کی طرف سے اطمینان اور راستوں میں  
 امن ہو جانے کی وجہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے ملکوں میں  
 بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کا موقع ملا۔ چنانچہ سرکار نامہ دار نے مختلف ملکوں  
 کے بادشاہوں اور سرداروں کے پاس تبلیغی خطوط بھیجے جن میں سے کئی خوش  
 نصیب بادشاہوں نے سرور عالم کی غلامی قبول کی اور اس طرح اسلام کی  
 قوت و عظمت میں کافی اضافہ ہو گیا۔

## بادشاہوں کے نام خطوط

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیب دنیا کے بادشاہوں کو اسلام کا بلاوا دینے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اپنے نام مبارک کی ایک مہر بنوائی۔ یہ مہر چاندی کی تھی اور اس پر محمد رسول اللہ کھدا ہوا تھا۔ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ عبارت اس طرح تھی کہ نیچے کی سطر میں ”محمد“ درمیانی سطر میں ”رسول“ اور اوپر کی سطر میں ”اللہ“ مانا ہی میں حضور پُر تور کا ایک فرمان ملا ہے اس سے حدیثوں کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔

جب آپ کسی بادشاہ کو خط بھیجتے تو یہ مہر لگا دیا کرتے تھے۔

### شہنشاہ روم کے نام :-

حضور پُر تور نے حضرت وحیہ کلبی کے ہاتھ شہنشاہ روم کے پاس دعوتِ اسلام کا خط بھیجا۔ شہنشاہ اس زمانہ میں زیارت کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ حضرت وحیہ نے وہیں اس کو خط پہنچایا۔

اسی زمانہ میں قریش کا ایک گروہ، البوسفیان کی سرداری میں تجارت کے لئے ملک شام آیا ہوا تھا۔ شہنشاہ نے ان لوگوں کو دیار میں بلا کر حضور

کہ متعلق ان سے کچھ سوالات کئے۔ ایوسفیان اگرچہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے جوابات سے قیصر کو حضور کی سوائی کا یقین ہو گیا۔ اس لئے بھرے دربار میں کہا مجھے یقین ہے کہ محمد خدا کے سچے پیغمبر ہیں۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ خدا کے اخوی پیغمبر پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہونگے اسے اہل عرب! اگر تمہارے یہ جوابات صحیح ہیں تو میں بتاتا ہوں کہ ان کا دین ترقی کرے گا اور وہ میرے قدموں کے نیچے کی زمین پر بھی قاضی ہو جائیں گے اگر میں ان کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تو ضرور حاضر ہوتا۔

قیصر کی زبان سے یہ الفاظ سن کر اس کے درباری مخالفانہ نعرے لگانے لگے اور وہ اس وقت خاموش ہو گیا۔

پھر جب وہ ”حمص“ پہنچا تو اس لئے سردارانِ روم کو اپنے محل میں جمع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو دروازے بند کرادئے اور اپنے سرداروں سے کہنے لگا:-

اے روم کے سردارو! اگر تم ہمارے اور کامیابی چاہتے ہو، اور اپنی سلطنت کی پائداری چاہتے ہو تو میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم نبی عربی کا دین قبول کرو۔

قیصر کی زبان سے یہ لفظ سن کر سردار جنگلی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگنے لگے۔ لیکن دروازے پہلے ہی بند تھے اسلئے نکل نہ سکے۔ قیصر نے جب اپنے سرداروں کی نفرت کا یہ حال دیکھا تو اسے سلطنت کے ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر ہوا اور اس نے اپنی بات کو پلٹ دیا اور کہنے لگا اے سردارو! تم میری بات کو سچ سمجھنے لگے۔ میں تو اپنے مذہب پر

تہاری پیشگی کا امتحان کرتا تھا۔ ۱۷

## شہنشاہ ایران کے نام :-

عبداللہ بن حذافہ شہنشاہ ایران کے پاس حضور کا خط لے کر گئے۔ اس معرور نے حضور کا خط پڑھ کر بڑے بڑے کر دیا۔ جب حضور کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے اس کی سلطنت کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا دی ہے۔ حضور کا کہنا صحیح ہوا۔ ایران کی یہ عظیم الشان سلطنت بہت جلد دنیا کے نقشہ سے مٹ گئی۔

اس گستاخ نے اسی برس نہ کیا بلکہ مین میں اپنے گورنر باذان کو لکھا کہ عرب میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اسے پکڑ کر میرے پاس بھیج دو۔ باذان نے اس مقصد کے لئے حضور کے پاس دو آدمی بھیجے۔ جب یہ آدمی حضور کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان سے فرمایا۔ باذان سے کہدو کہ تمہارا شہنشاہ تو مارا گیا۔ باذان کے آدمی جواب لے کر لوٹ آئے۔ ادھر باذان کے پاس یہ آدمی پہنچے ادھر نئے بادشاہ "شیرویہ" کا قہقہہ خط لے کر پہنچا جس کا مضمون یہ تھا۔

تم نے اپنے باپ پر وزیر کو اس کے ظلموں کی وجہ سے قتل کر دیا ہے اب تم اپنے ملک میں میری بیعت لو۔ اور جن صاحب کو میرے باپ نے عجزانہ سے بلوایا تھا ان سے تعرض نہ کرو۔

باذان نے حضور کے اس کھلے معجزے کو دیکھ کر فوراً اسلام قبول کر لیا اور اس کی تمام قوم بھی مسلمان ہو گئی تھی۔

## شاہ حبش کے نام :-

حضور پرنور نے عمرو بن امیہ الضمیری کے ہاتھ بخاشی شاہ حبش کے نام خط بھیجا۔ بخاشی کو ہاجرین حبش کے ذریعہ پہلے ہی اسلام کی خبریاں معلوم ہو چکی تھیں۔ حضور کے نام مبارک کی تعظیم کے لئے وہ تخت سے نیچے اتر آیا اور ادب سے لے کر آنکھوں سے لگا یا اور مسلمان ہو گیا۔

اس نے اپنے بیٹے ارہابن اصحم کو بھی حضور کی خدمت میں ساتھ آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور کہلا بھیجا یا رسول اللہ اگر میں حاضر ہو سکتا تو خود حاضر ہوتا۔

بخاشی کا جب انتقال ہوا تو خداوند تعالیٰ نے درمیانی پردے اٹھائے اور سرکار نامہ اس نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی ۱۵

## شاہ مصر کے نام :-

سرکار نامہ نے عاتب بن ابی بلتعہ کو مقوقس شاہ مصر کے پاس خط دے کر بھیجا۔ مقوقس نے اسلام تو قبول نہیں کیا۔ لیکن آپ کے نام مبارک کی بڑی تعظیم کی اس سے سینہ سے لگا کر ہاتھی دانت کی ڈبیا میں محفوظ کر دیا۔ اور حضور کی خدمت میں بہت سے تحفے تحائف بھیجے جن میں کئی بانڈیاں، غلام چوپائے اور دوسری قیمتی اشیاء شامل تھیں۔ ان کے علاوہ ایک

---

۱۵ محمد رسول اللہ ۱۲۷ھ حضور کا یہ نام مبارک ایک فرنیسی عالم کو مصر کے ایک گرام میں دستیاب ہوا چنانچہ قسطنطنیہ کے حجاب خانہ میں محفوظ ہے (محمد ۳۳۸) ۱۲

علیم صاحب بھی تھے حضور نے تمام تحفے قبول فرمائے مگر علیم کو یہ کہہ کر واپس فرما دیا کہ ہم لوگ خوب بھوک لگنے پر کھائے ہیں اور جب کچھ بھوک باقی رہتی ہے تو اٹھ جائے ہیں اس لئے ہیں علیم صاحب کی ضرورت نہیں۔

موقوف نے جو بانہیاں بھیجی تھیں ان میں ماریہ قبیلہ بھی تھیں۔ انہیں رسول اکرم صلعم نے اپنے لئے پسند فرمایا اور انہیں کے بطن سے ذی الحجہ ۸ھ میں حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

## دوسرے بادشاہوں کے نام :-

ان کے علاوہ حضور پر نور نے امیر بصری، امیر دمشق، شاہ بحرین، شاہان عمان، شاہ یامہ اور دوسرے بادشاہان عالم کے نام بھی دعوت اسلام کے خطوط بھیجے۔ ان میں سے بعض نے اسلام قبول کیا اور بعض نے نہیں۔

جن بادشاہوں نے اسلام قبول کیا ان کے ملکوں میں تو اسلام پھیلا ہی مگر جن بادشاہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، ان کے ملکوں میں بھی اسلام کا چرچا ضرور ہو گیا۔ اور دعوتی خطوط بھیجنے سے حضور کا مقصد یہی تھا۔

## غزوہ خیبر

۶۱۰ء میں صلح حدیبیہ سے فراغت کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں پر چڑھائی کرنے کی تیاری کی یہ وہی لوگ تھے جو غزوہ خندق میں عرب کے قبیلوں کو مسلمانوں پر چڑھالائے تھے اور ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف انہیں ابھارتے رہتے تھے۔

حضور ایک ہزار چھ سو صحابہ کی جماعت کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ خیبر میں یہودیوں کے بہت سے قلعے تھے مسلمانوں نے ایک ایک کر کے سب قلعے فتح کر لئے۔ مسلمانوں سے مغلوب ہو کر یہودیوں نے درخواست کی کہ ہم آدمی پیداوار سالانہ بطور خراج دیا کریں گے۔ ہمیں یہاں رہنے دیا جائے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو منظور فرمایا مگر یہ شرط طہرائی کہ جب ہم کہیں گے تمہیں یہاں سے چلا جانا ہوگا۔

اس لڑائی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت بہادری دکھائی آپ کا مقابلہ یہود کے مشہور بہادر مرحبا سے ہوا۔ مرحبا لڑائی کے تمام سانسوں سے کھانا کھا رہا تھا اور اس کے ساتھ نکلا اور حضرت علیؓ سے ہتھیاروں سے حملہ کیا۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے ڈھال جھوٹ کر دوڑ جا پڑی۔ پاس ہی

ایک دروازہ بڑا تھا حضرت علی نے فوراً اسے اٹھا لیا اور اس پر درجہ کے حملوں کو روک کر اس زور سے اس پر تلوار کا وار کیا کہ پہلے اس کی ڈھال کو توڑا پھر اس کے خود کو توڑ کر اس کی کھوپڑی کے پرچے اڑا دئے۔

## حضور کی شانِ عفو:-

اسی لڑائی میں مرحب کی بہن زینب نے رسول اکرم صلعم کو زہرا لود گوشت بھیجا۔ رسول اکرم صلعم نے صرف ایک بوٹی کھا کر تھوک دی۔ لیکن ایک دوسرے صحابی ابشر بن برار جنھوں نے اسے کھا لیا تھا انتقال کر گئے۔

زینب جب پکڑی ہوئی آئی اور حضور نے اس سے اس حرکت کی وجہ پوچھی تو کہنے لگی۔ میں نے آپ کو آزمانے کے لئے یہ حرکت کی تھی کیونکہ میرا خیال تھا کہ اگر آپ نبی ہو گئے تو آپ کو اس سے کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اور اگر نبی نہ ہو گئے تو ہم آپ سے چٹکارا پا جا میں گے حضور نے یہ جواب سن کر اسے معاف فرما دیا۔

## تین سردارانِ مکہ کا قبولِ اسلام:-

صلح حدیبیہ کے بعد ہی مکہ کے تین بہادر اور معزز سردار جو رسول اکرم صلعم کے مقابلہ میں کافروں کے لشکر کی سالاری کی خدمت انجام دیتے رہے تھے مسلمان ہوئے۔ یہ سردار خالد بن ولید مخزومی، عمرو بن عاص

اور عثمان بن ابی طلحہ ہیں حضور کو ان کے اسلام لانے سے بڑی خوشی ہوئی اور آپ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا مجھے تمہاری مانائی سے یہی امید تھی کہ تم بھلائی قبول کر کے رہو گے۔ حضرت خالدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ میرے ان لڑائیوں کے گناہ معاف کرے جن میں میں آپ کے خلاف لڑا ہوں۔ آپ نے جواب دیا اسلام میں داخل ہونے کے بعد پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

## عمرہ قضا :-

۱۰ھ میں صلح حدیبیہ کے اگلے سال رسول اکرم صلعم اپنے پچھلے سال کے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کی قضا کے لئے نکلے۔

شرط صلح کے مطابق مسلمانوں نے اپنے ہتھیار مکہ سے باہر ہی چھوڑ دئے اور صرف ایک تلوار باندھ کر حرم میں داخل ہوئے۔ کافرانس دوران میں مکہ سے باہر نکل گئے۔ اس طرح خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی کے خواب کو سچا کر دکھایا۔

## سہ ماہی موتہ :-

رسول اکرم صلعم نے مختلف بادشاہوں کے نام تبلیغ اسلام کیلئے جو خطوط بھیجے تھے ان میں ایک امیر بصری شریبل بن عمرو غسانی کے نام بھی تھا۔ اس ظالم نے حارث بن عمیر کو جو خط لے کر گئے تھے قتل کر ڈالا۔ حضور نے حارث کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار صحابہ کرام لشکر

حضرت زید بن حارثہؓ کی سرفاری میں روانہ کیا۔ اس لشکر کو روانہ کرتے وقت آپ نے جو ہدایتیں فرمائیں وہ آج کل کے مہذب سپہ سالاروں کے لئے سبق حاصل کرنے کے قابل ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔ ملک شام میں تم کچھ لوگوں کو گرجاؤں میں گوشہ نشین پاؤ گے، تم ان سے نہ اٹھنا۔

کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔

کسی بچہ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔

کسی بوڑھے کو نہ ستانا۔

کسی درخت کو نہ کاٹنا۔

جب لشکر اسلام ملک شام میں، مقام "موتہ" میں پہنچا تو وہاں دو لاکھ شامی اور رومی عیسائیوں سے مقابلہ ہوا۔ سردار لشکر حضرت زیدؓ شہید ہو گئے تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سردار بنائے گئے۔ حضرت جعفرؓ نے بڑی بہادری دکھائی۔ لڑتے لڑتے جب ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں اسلامی جھنڈا اٹھالیا۔ جب بائیں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھنڈے کو گود میں لے لیا اور اسی سال میں شہادت پائی۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ سردار بنائے گئے لیکن انھوں نے بھی شہادت پائی۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ اسلامی لشکر کے سردار منتخب کئے گئے۔ آپ نے اپنی جنگی تدابیر سے عیسائیوں کو شکست دی اور اسلامی لشکر کو کامیاب لوٹا لائے۔

لشکر کے واپس آنے سے قبل ہی خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ کی خبر دیدی تھی۔ چنانچہ آپ نے صحابہ سے فرمایا

پہلے زیدؓ نے جھنڈا اٹھایا اور شہید ہو گئے۔ پھر جعفرؓ نے لیا اور وہ  
 بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابن رواحہ نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر  
 "خدا کی ایک تلوار" نے جھنڈے کو بلند کیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔  
 آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل رہے تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں  
 کے قطرے ٹپک رہے تھے۔  
 یہ واقعہ شہدہ کا ہے۔

# فتح مکہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور کفارِ مکہ کے درمیان ”حدیبیہ“ کے مقام پر جو صلح ہوئی تھی وہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی۔ قریش نے اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور جب انھوں نے خاص حرم میں پناہ لی تو وہاں بھی انہیں نہ سہجوا۔ اور بے دھرمک قتل کیا۔

”قبیلہ خزاعہ کے چند سردار حضور کی خدمت میں شکایت لے کر پہنچے اور مسلمانوں سے قریش کی اس زیادتی کا بدلہ لینے کی درخواست کی۔ چنانچہ رسول اکرم صلعم دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لشکرِ اسلام نے ”مرالظہران“ پر پہنچ کر قیام کیا۔ قریش کو جب خبر ملی کہ مسلمان ان کے سر پر آ پہنچے ہیں تو ان کے سب سے بڑے سردار ابوسفیان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اس خبر کی تحقیق کے لئے نکلے دیکھتے کیا ہیں کہ جنگلِ انساؤں سے پٹا پٹا ہے اور ساری نینا آگ کے شعلوں سے جگمگا رہی ہے وہ اس قدر تعداد میں مسلمانوں کو دیکھ کر سہم گئے اور بچے بچے کھڑے رہ گئے۔

اسی حالت میں اسلامی لشکر کے پہرہ داروں نے انہیں دیکھ لیا۔

پکا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عمرؓ فاروق نے ابوسفیان کی صورت دیکھتے ہی تلوار تیان سے نکال لی اور کہنے لگے یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ آج اس خدا کے دشمن کی گردن اڑا دوں۔ مگر حضرت عباسؓ کی سفارش پر رحمت عالم صلعم نے انہیں معاف فرما دیا۔ رات بھر ابوسفیان حضرت عباسؓ کے خیمہ میں رہے۔ دوسرے دن صبح کو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے محبت کے لہجہ میں پوچھا۔ ابوسفیان! کیا خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانے میں اب بھی کچھ تامل ہے۔ ابوسفیان نے ندامت کے ساتھ گردن جھکا لی اور کہا نہیں یا رسول اللہ! آپ کے رحم و کرم کے قربان میں مسلمان ہوتا ہوں یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئے۔

## مکہ میں داخلہ :-

آخر کار وہ وقت آ گیا کہ "فتح مبین" کا خداوندی وعدہ پورا ہو۔ خدا کا وہ رسول جو کافروں کے زخہ سے نکل کر، رات کی تاریکی میں، ایک رفیق کے ساتھ مکہ سے مدینہ روانہ ہوا تھا۔ دس ہزار فدائیوں کے جھرمٹ میں فاتح کی حیثیت سے دوبارہ مکہ میں داخل ہو رہا ہے۔ داخلہ کی شان یہ تھی کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے سردار کے پیچھے اپنا اپنا جھنڈا اٹھائے چلا آ رہا تھا۔ سب سے پیچھے انصار و ہاجرین کے گروہ میں شہنشاہ مدینہ "تشریف" لا رہے تھے۔ آپ اپنی سواری تصور پر اپنے فلام حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ سوار تھے۔ آپ کی گردن رب العزت کی دنگاہ میں سجھی ہوئی تھی اور

آپ انکسار کے طور پر فرما رہے تھے اللھمان العیش عیش الآخرۃ  
 اسے میرے اللہ آخرت کی زندگی ہی اصلی زندگی ہے۔ ۷  
 ۲۰ ربیع الثانی ۱۰۸۰ھ کو جمعہ کے دن حضور پُر تونر مکہ کے بالائی حصہ سی  
 شہر میں داخل ہوئے آپ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے  
 وہ مامون ہے جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے وہ بھی مامون ہے۔ اور جو  
 اپنے گھر میں مدعا زہ بند کر کے بیٹھ جائے اور مقابلہ نہ کرے وہ بھی مامون ہے  
 اسلامی لشکر کی یہ شان و شوکت دیکھ کر کفار مکہ پر رعب چھا گیا۔ سوائے چند  
 لوگوں کے جن کا خالد بن ولید سے مقابلہ ہوا کوئی سامنے نہ آیا اور  
 اس طرح مکہ نہایت امن و سکون کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں  
 فتح ہو گیا۔

## کعبہ کی صفائی :-

سرورِ عالم سدھے خانہ کعبہ میں پہنچے اور جو اسود کو بوسہ دے کر  
 نعرہ تکبیر بلند کیا۔ لشکر اسلام نے بھی نعرے تکبیر بلند کئے اور اس زور و  
 شور سے کہ سارا مکہ گونج اٹھا۔ مسلمانوں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا  
 کہ وہ لگاتار نعرے بلند کئے جا رہے تھے۔ چنانچہ اس وقت تک نہ رکنے  
 جب تک خود سرکار ناما رننے انہیں نہ روکا۔ اس کے بعد آپ نے  
 خانہ کعبہ کا طواف کیا کعبہ کے چاروں طرف ۳۶۰ بیت رکھے تھے۔  
 اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ایک لکڑی تھی۔ آپ اس سے ایک  
 ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے "سجائی کا ظہور

ہوا اور باطل دور ہوا۔ پھر آپ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ وہاں دیواروں پر جو تصویریں بنی ہوئی تھیں انہیں مٹوایا۔ جو بت رکھے ہوئے تھے انہیں نکلوایا اور دو رکعت نماز ادا کی۔

## رحمتِ عالم کی شانِ رحمت :-

ان امور سے فارغ ہو کر حضور صحنِ کعبہ میں تشریف فرما ہوئے اور صحابہ کرامؓ آپ کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ اس وقت کفارِ مکہ کے دل دھڑک رہے تھے۔ اور قدم کانپ رہے تھے کہ دیکھئے آج ہمیں ہمارے کرتوتوں کی سزا ملتی ہے۔

آپ نے کفار کی جماعت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اسے قریش! آج تم مجھ سے کس قسم کے برتاؤ کی امید رکھتے ہو؟ انھوں نے ایک زبان ہو کر کہا ہمیں آپ سے بھلے برتاؤ کی ہی امید ہے آپ ہمارے خیرین بھائی اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ رحمتِ عالم نے فرمایا جاؤ، تم سب آزاد ہو!

رسول اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم و کرم کی یہ شان دیکھ کر کفار آپ کے قدموں میں گر پڑے اور قریب قریب تمام مکہ والے اسی دن مسلمان ہو گئے۔

کافروں میں سے ایک شخص جب آپ کی طرف بڑھا تو رعب سے اس کے بدن پر لڑزہ چھا گیا اس کے قدم ڈگمگانے لگے۔ سرورِ عالم نے وہ دھبہ لہجہ میں اس سے فرمایا۔ بھائی! ڈرو مت! میں بھی قریش



## غزوہ سحنین

مکہ اور طائف کے درمیان بنی ثقیف اور ہوازن کے دو قبیلے آباد تھے۔ یہ بہت بہادر اور سرکش قبیلے تھے۔ جب انہیں "فتح مکہ" کی خبر ملی تو بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے سوچا کہ اب تک تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم قریش سے مقابلہ کی وجہ سے ہماری طرف رخ کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ قریش سے فارغ ہو جانے کے بعد اب وہ ہماری خبر لیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم خود ہی ان پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ یہ دونوں قبیلے اپنی پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے کیلئے نکلے۔ رسول اکرم صلعم ابھی مکہ ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کو جب ان کے اس ارادہ کی اطلاع ملی تو بارہ ہزار کا لشکر لے کر آپ بھی ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں دس ہزار انصار و مجاہدین تھے، دو ہزار فتح مکہ کے نو مسلم اور اسی کا فر بھی تھے، جو مال غنیمت کے لالچ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوئے تھے۔

اس زبردست لشکر کی شان و شوکت کو دیکھ کر بعض مسلمانوں کو گھمٹ پیدا ہوا اور ان کی زبان سے بے اختیار نکل گیا کہ اس لڑائی میں ہم نہیں ہار سکتے۔

جب یہ لشکر دشمن کے پٹاؤ کے پاس پہنچا۔ تو حضور نے صفت بندی فرمائی۔ پھر ایک دستہ کو دشمن کے مقابلہ کے لئے آگے روانہ کیا۔ جو لہجہ ہی مسلمانوں کا یہ دستہ آگے بڑھا، دشمن کی فوج کے سپاہیوں نے جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپے بیٹھے تھے، ان برتیروں کی بوچھاڑ برسانی شروع کر دی۔ مسلمانوں کا یہ دستہ اس خلاف توقع تیرباری سے پریشان ہو گیا اور اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ جب پچھلے دستوں نے انہیں بھاگتے ہوئے دیکھا وہ بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔

سیرکار نامدار اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ تھے، اپنی جگہ سے نہ ہلے آپ نے حضرت عباسؓ سے جن کی آواز بلند تھی فرمایا، لوگوں کو پکارو۔ آپ نے پکارنا شروع کیا۔ اسے جماعت انصار، اسے بیعت رضوان والو! کہاں جا رہے ہو۔ اس آواز کو سنتے ہی مسلمانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور انہوں نے لوٹنا چاہا مگر اس بھگڑ میں ان کے اونٹ ان کے روکے نہ گئے۔ آخر وہ اپنی تلواریں سونت کر اونٹوں کی پشت پر سے کود پڑے اور دوبارہ جمع ہو کر دشمن پر اس زور سے حملہ کیا کہ اس کے پاؤں اکھڑ گئے اور بنی ثقیف اور ہوازن اپنی عورتوں اور بچوں اور بیشمار مال غنیمت کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسلام کی تاریخ میں یہ دوسرا موقع تھا کہ لشکر اسلام میں شکست کی صورت پیدا ہوئی تھی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اتنے بڑے لشکر کو دیکھ کر مسلمانوں کے دل میں کچھ گھمبٹ پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنی تعداد کے بھروسہ پر دشمن کی چالوں کی پروا نہ کی۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ لشکر میں کچھ

لوگ ایسے بھی تھے جو خدا کے راستہ میں لڑنے کے لئے نہیں نکلے تھے بلکہ مالِ غنیمت حاصل کرنا ان کا مقصد تھا۔ اس لئے اس لڑائی سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمانوں کی لڑائی صرف خدا کے واسطے ہونی چاہئے اور انہیں اس راستہ میں صرف خدا ہی کی مدد پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

”حنین“ میں شکست کھانے کے بعد دشمن کے کچھ آدمی طائف کی طرف بھاگ گئے، مسلمانوں نے ان کا پھینکا۔ یہ لوگ بہت سا کھانے پینے کا سامان جمع کر کے قلع بند ہو بیٹھے۔ مسلمان اٹھارہ دن تک انہیں گھیرے پڑے رہے۔ مگر اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ آخر رسول اکرم صلعم، صحابہ کی رائے کے مطابق انہیں چھوڑ کر لوٹ آئے۔ پھر کچھ مدت بعد یہ لوگ خود مدینہ حاضر ہو کر اسلام لے آئے۔

## ہمیں رسول اللہ کافی ہیں:

غزوہ حنین میں کافر بے شمار مال و اسباب چھوڑ کر بھاگے تھے، رسول اکرم صلعم نے اس غنیمت کا زیادہ تر حصہ ان لوگوں میں تقسیم کیا جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تاکہ ان کا دل خوش ہو جائے۔ انصار میں اسے بعض لوگوں کو یہ امتیاز اچھا نہ معلوم ہوا۔ اور انہوں نے آپس میں کہا، تعجب ہے کہ حضور قریش کو تو مالِ غنیمت دے رہے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے۔ حالانکہ ہم ساری تلواریں ابھی تک قریش کے خون سے رنگین ہیں۔

کسی طرح حضور پُر نوز کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچ گئی۔ آپ نے انہیں الگ ایک جگہ جمع کیا اور ایک تقریر فرمائی اور کہا: ”اے انصار! میں یہ کیا سن رہا ہوں؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ

گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تمہیں ہدایت کا راستہ دکھایا تم لوگ  
 ننگہ دست تھے۔ خدا نے میری وجہ سے تمہیں آسودہ کیا۔ تم لوگ آپس  
 میں دشمن تھے، خدا نے میرے ہاتھوں تمہیں ایک دوسرے کے محلے  
 ملایا۔ اب تم دنیا کے تھوڑے سے مال کی خاطر دل میں میل لاتے ہو۔  
 اسے انصار! تم لوگ تو اسلام پر ثابت قدم ہو چکے۔ یہ قریش نئے  
 نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ میں نے ان کا دل رکھنے کے لئے انہیں مال  
 غنیمت دے دیا ہے۔ اسے انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے  
 لوگ تو اونٹ اور بکریاں اپنے ساتھ لے جائیں اور تم خدا کے رسول کو  
 اپنے گھر لے جاؤ۔ خدا کی قسم مجھے تو تم سے اتنی محبت ہے کہ اگر جابر نہ  
 ہوتا تو انصاری ہونا پسند کرتا اور اگر لوگ جدا جدا راستے اختیار کرتے تو  
 میں انصار کا راستہ اختیار کرتا۔

رسول اکرم کی یہ تقریر سن کر انصار بے اختیار رونے لگے اور اتنا  
 روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور پھر آنسو بونچھ  
 کر کہنے لگے :-

”ہمیں مالی غنیمت کی ضرورت نہیں ہمارے لئے خدا کے رسول  
 کافی ہیں۔“

## مدینہ منورہ کو واپسی :-

اس مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد مقام ”جوانہ“ سے رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو کا احرام باندھا۔ مکہ میں واپس تشریف لائے

اور عمر واداکیا۔ پھر حضرت عتاب بن اسید کو جن کی عمر اگرچہ صرف ۱۸ سال  
 کی تھی مگر شکی اور بہدہیز کاری میں خاص درجہ رکھتے تھے، وہاں کا  
 امیر مقرر کر کے مدینہ منورہ کو لوٹ آئے۔

## غزوہ تبوک

۹ھ کے درمیان میں رسول اکرم صلعم کو خبر ملی کہ شام کا میسائی بادشاہ جس سے مقام ”موتہ“ میں مسلمانوں کا مقابلہ ہو چکا تھا، قیصر روم کی امداد سے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔

یہ سال قحط کا تھا، اور موسم بھی بہت گرم تھا اور پھر سفر بھی بہت دور کا تھا لیکن اسلام کے فدائی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پالتے ہی تیار ہو گئے۔

### عاشقانِ رسول کی مالی قربانیاں :-

بہت سے مسلمان ایسے تھے جن کے پاس سفر کا سامان نہ تھا اسلئے چند کرنے کی ضرورت پیش آئی اور حضور نے مالدار صحابہ کو اس نیک کام میں حصہ لینے کی دعوت دی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے دس ہزار دینار، تین سو اونٹ، مہسازو سامان کے، اور پچاسل گھوڑے پیش کئے جس وقت آپ نے یہ بھاری رقم حضور کی گود میں لاکر ڈالی تو حضور خوش ہو کر اسے اُلٹتے پلٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس نیک عمل کے بعد عثمانؓ کا کوئی عمل انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر دعا کے

لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: "اے اللہ عثمانؓ سے راضی ہو کہ میں اس سے راضی ہوں۔" حضرت ابو بکرؓ نے اپنا سارا مال و متاع جس کی قیمت چالیس ہزار درہم تھی حضور کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ آپ نے پوچھا اسے ابو بکر! تم نے اپنے بال بچوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا حضرت ابو بکرؓ نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ "اللہ اور رسول ان کے لئے کافی ہیں۔" حضرت عمر اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے، اسی طرح دوسرے دو تئمیر صحابہ، عبدالرحمن بن عوف، عباس، وطلحہ رضی اللہ عنہم نے بڑی بڑی رقمیں چندہ میں دیں۔ مردوں کے علاوہ عورتوں نے بھی اس چندہ میں دل کھول کر حصہ لیا۔ بہت سی بیبیوں نے اپنے زیورات اتار کر حضورؐ کی خدمت میں بھجودئے۔

جب اس طرح لشکر کا ساز و سامان درست ہو گیا، تو حضورؐ تیس ہزار صحابہ کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ منافقین کی جماعت اس لشکر میں خریک نہیں ہوئی، بلکہ انہوں نے دوسرے لوگوں کو بھی بہکانے کی کوشش کی۔ اور ان سے کہا کہ اس گرمی میں مدت جاؤ، خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو وحی بھیجی کہ ان منافقوں سے کہہ دو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے۔

رسول اکرم صلعم نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ میں خاندان کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیا اور اس سب سے بڑے اسلامی لشکر کا مہنڈا جو رسول اکرم صلعم کے ساتھ سب سے آخری رطائی لڑنے کے لئے نکلا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرمایا۔

مقام تبوک (جو مدینہ سے ۱۲۰ منزلی جانب دمشق ہے) میں پہنچ کر حضور نے قیام فرمایا۔ مگر حساسی بادشاہ مقابلہ کے لئے نہ آیا اور لڑائی نہ ہوئی۔ رسول اکرم صلعم دس روز تک یہاں ٹھہرے رہے۔ اس دوران میں ایلہ رشام) کا حاکم یوحنا بن ربوہ اور شام کے دس دس شہروں میں جس پر انڈسج اور مینیار کے رؤسا حاضر خدمت ہوئے۔ اور جزیہ دنیا قبول کر کے اسلام کی پناہ میں آگئے۔ حضور پرتو کی طرف سے ان کو ایمان کا فرمان لکھ دیا گیا۔

رسول اکرم صلعم نے صحابہ سے آگے بڑھنے کے متعلق مشورہ کیا حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ! اگر خدا کا حکم ہے تب تو بے تامل بڑھے چلئے ورنہ آگے جانا مناسب نہیں۔ ہماری ہدیت عیسائی حکمرانوں کے دلوں پر چھا چکی ہو اور یہی ہمارا مقصد تھا حضور نے فرمایا کہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو میں تم لوگوں سے مشورہ نہ کرتا اور پھر حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق فرما کر مدینہ کو روانگی کا حکم دیا۔ یہ رسول اکرم صلعم کی زندگی کی آخری لڑائی تھی۔

## حج البوکرہؓ

ذی قعدہ ۶۲ھ میں نبی اکرم صلعم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر تین سو مسلمانوں کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مسلمان حاجیوں کو اسلامی طریقہ کے مطابق حج کرنے کی تعلیم دی اور پھر مقام منیٰ میں عرب کے مشرکین کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان عام پڑھا کر سنا لیا۔ اس اعلان کا خلاصہ یہ ہے "جن مشرکوں سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے اس کی میعاد تک ان

کے ساتھ اس معاہدہ کی پابندی کی جائے گی لیکن جن مشرکوں سے کوئی معاہدہ نہیں ہے یا معاہدہ تو تھا مگر انہوں نے غداری کر کے اسے توڑ دیا، ان کو چار چھینے کی جہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد خدا اور رسول ان کی ذمہ داری سے بری ہیں۔  
 پھر منادی کرادی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے امداد سے نہ آئے اور کوئی منگنا شخص یا ہلیت کی رسم کے مطابق خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔

## دشمن کے ساتھ برتاؤ

اسی سال ذی قعدہ کے مہینہ میں عبداللہ ابن ابی سہل کا انتقال ہو گیا۔ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ یہ شخص مدینہ کے منافقوں کا سردار تھا۔ اور ہمیشہ وہ یہودی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ مگر رحمت عالم صلعم کی رحمت کی شان دیکھو کہ آپ نے اس کے جنازہ کی نماز بھی پڑھی اور قبرستان بھی تشریف لے گئے۔ بہت سے منافق آپ کا یہ اخلاق دیکھ کر سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔ مگر پھر بعد میں خداوند تعالیٰ نے حضور کو کافروں کی نماز پڑھنے اور ان کی قبر پر جانے کی ممانعت فرمادی۔

تبلیغ کا طریقہ:-

شہد میں رسول اکرم صلعم نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت

ابو موسیٰ اشعریؓ کو تبلیغ اسلام کے لئے یمن روانہ کیا۔ چلتے وقت آپ نے انہیں ہدایت کی کہ دیکھو لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آنا، سختی نہ برتنا، ان کا دل لہمانا انہیں نفرت نہ دلانا۔ تم ان لوگوں کے پاس پہنچو گے جو اہل کتاب ہیں تو دیکھو پہلے انہیں "کلمہ" پڑھنے کی دعوت دینا، اگر وہ اسے منظور کر لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں ان پر فرض کی ہیں اگر وہ اسے بھی تسلیم کر لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو امیر آدمیوں سے لے کر غریب آدمیوں کو دی جاتی ہے اگر وہ اسے بھی مان لیں تو زکوٰۃ میں ان کا اچھا اچھا مال چھیننا نہ کرنا لینا، اور دیکھو مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ جب اس کے دل سے آہ نکلتی ہے تو اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا۔

## حجۃ الوداع

ذی قعدہ سنہ ۱۱ میں سرکار نامدار حج کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے نکلے اور اس خان سے نکلے کہ ایک لاکھ چودہ ہزار جاں نثار آپ کے ساتھ تھے یہ حج آپ کا آخری حج تھا، چنانچہ اس موقع پر آپ نے جو دو خطبے دئے انہیں امت کے نام آپ کا آخری پیغام کہا جاسکتا ہے۔

آپ نے خدا کی تعریف کے بعد فرمایا:-

” لوگو! مجھ میں کہوں اسے توجہ سے سنو، شاید اگلے سال پھر یہ موقع نہ ملے۔ دیکھو جس طرح تم اس دن، اس جہینہ اور اس شہر کی عزت کرتے ہو اسی طرح تمہاری جان اور تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔ نہانہ جاہلیت کے تمام دستور آج میں طیامیٹ کرتا ہوں۔ نہانہ جاہلیت کی سود کی رسم اب بند کی جاتی ہے اور پرانے خون کے حق اب ختم کئے جاتے ہیں۔ لوگو! عورتیں تمہارے ہاتھوں میں بے بس ہیں، تم ہتے انہیں اللہ کے منامن بنا کر حاصل کیا ہے لہذا ان سے برتاؤ کرتے وقت اللہ سے ڈرنا، ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا۔ دیکھو فلاںوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا جو خود کھاؤ“

وہی انہیں کھلانا اور جو خود پہنوں وہی انہیں پہنانا اور ان سے کوئی خطا ہو تو اسے معاف کرنا۔

لوگو! تم سب کا پالنے والا ایک ہے اور تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔ تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اور نہ یوں عرب والے اور عجم والے سب برابر ہیں۔

دیکھو میرے بعد کافرین کو ایک دوسرے کو قتل نہ کرنے لگنا۔ میں دو چیزیں تمہارے لئے چھوڑے جاتا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔ جب تک تم انہیں مضبوط پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

ان کے علاوہ حضورؐ نے اور بھی بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ آخر میں فرمایا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میرا یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ آپ پنج پنج میں صحابہ سے بوجھتے جاتے تھے بتاؤ کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ اور جب صحابہ جواب دیتے تھے کہ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ تو آپ فرماتے تھے کہ اے اللہ تو گواہ رہ، میں تبلیغ کا حق ادا کر چکا۔

اسی موقع پر سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی :-

آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ  
ارْتَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي بَلَدِي  
لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا.

اس لئے عرصہ صاف کا باپ خدا ہے۔  
 اس پر وحی خداوندی کے مطابق آپ نے انہیں جواب دیا کہ  
 خدا نے آدم کو بھی تو بن باپ کے ہی پیدا کیا تھا۔  
 مگر یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے بلکہ جزیہ دینا منظور کر کے اسلام کی  
 پناہ میں آ گئے۔

### وقد ضمام :-

رسول اکرم صلعم ایک دن اپنی مجلس میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ ضمام  
 بن ثعلبہ جو بنی سعد بن بکر کا ایک سردار تھا اپنے اونٹ کو لئے ہوئے صحیح  
 مسجد میں داخل ہوا۔ آتے ہی کہا تم میں عبد المطلب کا بیٹا کون ہے؟  
 صحابہ نے حضور کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر  
 کہا مجھے آپ سے کچھ سوالات کرتے ہیں اگر سخت معلوم ہوں تو ناراض  
 نہ ہونا۔ حضور نے فرمایا نہیں، جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ چنانچہ اس نے  
 حضور سے اسلام کی تعلیمات کے متعلق کچھ سوالات کئے جن کے قابل  
 اطمینان جواب پا کر وہ خود بھی مسلمان ہو گیا اور اپنی ساری قوم کو بھی  
 مسلمان بنا لیا۔

### وقد عبد القیس :-

عبد القیس کا وطن بحرین تھا۔ یہ لوگ بڑا لبا سفاک کے آئے  
 تھے۔ جو بھی مسجد نبوی کے سعادہ پر پہنچے اور حضور پر نوز کا چہرہ مبارک  
 نظر کیا تو جیتی کے عالم میں اپنے اپنے گھاؤں سے گود کر حضور کے قدم

چہم لے کر اور طے شوق سے اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اس قبیلہ میں چونکہ شراب کا بہت رواج تھا۔ اس لئے آپ نے انہیں خاص طور پر شراب پینے سے منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سے وطن کی آب و ہوا ایسی ہے کہ اگر ہم شراب نہ پیئیں تو بیمار ہو جائیں، اس لئے تھوڑی سی شراب پینے کی اجازت دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تھوڑی ہی بھر بہت ہو جائے گی اور مستی کی حالت میں بھائی بھائی کا خون بہانے لگے گا۔

### وفد بنی حنیفہ :-

بنی حنیفہ کا وفد بھی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا کہ مسلمان ہوا۔ اسی قبیلہ میں ایک شخص سپلہ کذاب بھی تھا۔ اس نے کہا میں اس شرط پر مسلمان ہو سکتا ہوں کہ آپ اپنے بعد مجھے مسلمانوں کا خلیفہ مقرر فرمائیں۔ حضور کے ہاتھ میں اس وقت ایک ٹہنی تھی۔ آپ نے فرمایا خلافت تو بڑی چیز ہے تم کو تو میں یہ شاخ بھی نہیں دوں گا۔ غرض سپلہ کذاب نے وہ عورت کا بھوکا تھا، اس نے نبوت کا بھوٹا دعویٰ کیا اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں ذلت کے ساتھ مارا گیا۔

### وفد کندہ :-

وفد کندہ جب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے سوار شعث بن قیس نے اپنے ہاتھ میں کوئی چیز چھپالی اور حضورؐ سے پوچھا بتائیے یہ کونسی چیز ہے؟

حضور نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو کاہنوں کا کام ہے، میں کاسی نہیں ہوں میں تو خدا کا نبی ہوں اور اس کا سچا کلام لے کر آیا ہوں۔ پھر آپ نے انہیں کچھ قرآن مجید کی آیتیں سنائیں۔ اس کے بعد آپ نے ان لوگوں سے پوچھا، بولو اسلام لاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تو پھر ان ریشمین چادروں کو کیوں گلے میں ڈال رکھا ہے؟ وفد والوں نے فرمایا اپنی چادروں کو پھاڑ پھاڑ کر پھینک دیا اور مسلمان ہو گئے۔

## وفد تحیب :-

قبیلہ تحیب کے تیرہ آدمی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ اپنے ساتھ زکوٰۃ کا مال بھی لے کر گئے تھے حضور نے ان کی خاطر عمارت کی اور ان کا مال ان کو لوٹا کر کہا یہ اپنے ہی ہاں کے غریبوں کو دے دینا وفد والوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے ہاں کے غریبوں کو تو دے چکے یہ تو ہم یہیں کے لئے لائے ہیں۔ ان کا یہ اصرار دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ عرب کے قبیلوں میں سے کوئی قبیلہ ان جیسا خمیر نہیں آیا۔ حضور نے فرمایا ہاں بیت خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کا دل ایمان کے لئے کھولنا چاہتا ہے کھول دیتا ہے۔

ان لوگوں نے شوق شوق قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی اور جب چلنے لگے تو آپ نے انہیں دوسرے وفدوں سے زیادہ جتنے مخالفت دئے ان میں سے ایک لڑکا مسلمان کی حفاظت کے لئے رہ گیا تھا جنہو

لئے اسے بھی تنہا دینے کے لئے بلایا۔ جب یہ لڑکا آیا تو کہنے لگا یا رسول اللہ آپ نے اوروں کی حاجتیں تو پوری کر دیں میری حاجت بھی پوری کر دیجئے۔ آپ نے پوچھا تمہاری حاجت کیا ہے اس نے کہا یا رسول اللہ خدا سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے بخش دے محمد پر رحم کرے اور میرے دل کو فنی کر دے حضور نے اس کے لئے دعا فرمائی اور جو کچھ دوسروں کو دیا تھا وہ بھی عطا فرمایا۔

غرض رسول اکرم صلعم کے پاس عرب کے مختلف قبیلوں کے جو وفد آئے، آپ انہیں ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ ان کے ساتھ اخلاق اور محبت کے ساتھ پیش آتے۔ انہیں اسلام کی تعلیمات سے واقف کرتے، اور جب وہ واپس جاتے تو انہیں تحفے دے کر رخصت کرتے، آپ کے اس برتاؤ سے عرب کے چپہ چپہ میں آپ کے عمدہ اخلاق کا ڈنکہ بج گیا اور اسلام کی روشنی سے بادشاہوں کے محل اور غریبوں کے جھونپڑے جگمگا اٹھے۔

# وقت

جب خدا کا پیغام عام ہو گیا اور نبوت اپنا کام انجام دے چکی تو خدا نے اپنے حبیبؐ کو اپنے پاس بلائے کا ارادہ فرمایا۔ رسول اکرم صلعم نے خدا کے اس ارادہ کا اظہار صحابہ کے مجمع میں ان لفظوں کے ساتھ فرمایا۔  
 "خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ چاہے وہ دنیا کی بہار کو پسند کر لے یا خدا کے یہاں جو نعمت ہے اسے تو اس بندہ نے خدا کے ہاں کی نعمت کو پسند کر لیا۔"

سرکارِ نامدارؐ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ رونے لگے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر صدقے یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ کی اس ذہانت اور محبت کو دیکھ کر آپ فرماتے لگے اگر میں کسی انسان کو اپنا دوست بناتا تو وہ ابو بکرؓ ہوتے۔ لیکن پھر بھی ابو بکرؓ میرے بھائی ہیں مسجد میں کھٹنے والی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں لیکن ابو بکرؓ کی کھڑکی بند نہ کی جائے۔  
 رسول اکرم صلعم کے اس حکم میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

کے متعلق اشارہ موجود ہے۔

## بیماری :-

۲۸ صفر ۱۱۰۰ھ کو جب کہ حضور کا قیام حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھا آپ کے سر میں درد ہوا جس نے بعد میں بخار کی صورت اختیار کر لی جب مرض بڑھ گیا تو آپ نے دوسری بیویوں سے بیماری کے زمانہ میں حضرت عائشہؓ کے گھر رہنے کی اجازت چاہی۔ انھوں نے خوشی سے اجازت دیدی اور آپ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے آئے۔ یہاں آکر بخار تیز ہو گیا اور اس قدر تیز ہوا کہ آپ نے فرمایا میرے بدن پر ٹھنڈا پانی بہاؤ تاکہ بخار کی تیزی کم ہو۔

جب حضورؐ کو مسجد تشریف لانے میں تکلیف ہونے لگی تو آپ نے فرمایا ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ امامت کریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہی بار عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو بکرؓ کمزور دل کے ہیں وہ روئے نہیں گے۔ اور ان کی آواز نہ نکل سکے گی، یہ خدمت کسی اور کے سپرد کیجئے۔ لیکن حضورؐ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ امامت کریں۔ چنانچہ حضورؐ کی بجائے حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے۔

## آخری خطبہ :-

حضورؐ کی بیماری کے زمانہ میں ایک دن حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عباسؓ کا انصاریؓ ایک مجلس میں گزر ہوا کیا دیکھتے ہیں کہ سب پھوٹ

بھوٹ کر رو رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا بھائیو! کیوں رو رہے ہو؟ انصاف  
 نے جواب دیا، میں رسول اللہ صلعم کی مجلس یاد آتی ہے۔ حضرت عباس رضی  
 نے حضور کو اس واقعہ کی خبر کی تاہم آپ اپنے جان تشاروں کی اس تکلیف  
 سے بے قرار ہو گئے اور حضرت علیؑ اور فضلؑ بن عباسوں کے کانٹھوں  
 پر سہارا دے کر سر پر ٹیٹی باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور منبر  
 کی چابی سیرھی پر بیٹھ گئے۔ صحابہ کو جب معلوم ہوا کہ حضورؐ مسجد میں تشریف  
 لائے ہیں تو دیوانوں کی طرح دوڑتے آئے اور بہ والوں کی طرح نثار  
 ہونے لگے۔ اس موقع پر حضورؐ نے آخری خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند  
 فقرے یہ ہیں:-

و لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے نبیؐ کی موت سے ڈر رہے ہو،  
 کیا کوئی نبی اپنی امت کے ساتھ ہمیشہ رہا ہے جو میں ہی تمہارے ساتھ  
 ہمیشہ رہوں؟ سن لو کہ اب میں اپنے خدا سے لٹنے والا ہوں اور کچھ حصہ  
 بعد تم بھی مجھ سے آملو گے۔ میں انصار کو ہاجرین سے اچھا سلوک کرنے  
 کی وصیت کرتا ہوں۔ اور ہاجرین کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ آپس میں  
 بھی اچھا برتاؤ کریں اور انصار کے ساتھ بھی اچھی طرح پیش آئیں کیونکہ یہ  
 وہ لوگ ہیں جنہوں نے تنگدستی کے باوجود اپنی ضرورتوں پر ہاجرین  
 کی ضرورتوں کو مقدم رکھا۔

یاد رکھو! میں پہلے جا رہا ہوں اور تم سب مجھ سے بعد میں آملو گے،  
 اب تم سے حوض کوثر پر ملاقات ہوگی سن لو جو مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات  
 کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اپنا ہاتھ اور اپنی زبان غیر مناسب موقعوں پر  
 استعمال نہ کرے:

اس تشفی اور نصیحت کے بعد حضور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں واپس  
تشریف لے گئے یہ

## آخری دیدار :-

سرکار نامدار کا مرض روز بروز بڑھتا رہا اور حضرت ابو بکرؓ اس  
دوران میں حضور کی قائم مقامی فرماتے رہے۔ ۱۳ ربیع الاول یومِ دوشنبہ  
کو فجر کے وقت مسجد نبویؐ میں نماز ہو رہی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ امامت  
فرما رہے تھے کہ یکایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے  
حجرہ کا پردہ ہٹا اور سرکار نامدار کا نورانی چہرہ نمودار ہوا۔ آپ نے  
مسلمانوں کو جماعتی حیثیت سے حضرت ابو بکرؓ کی امامت میں اپنا ہنسی  
فرض ادا کرتے دیکھا تو بے اختیار چہرہ مبارک پر مسکراہٹ کی لہریں  
دوڑ گئیں۔ ادھر صحابہ کی نگاہیں، جو آقا و مولیٰ کے چہرہ پر پڑیں تو دل  
خوشی کے طوفان سے ڈمکانے لگے اور قریب تھا کہ نمازیں توڑ کر  
حضور کے قدموں کو چوم لیں کہ حضور نے ہاتھ کے اشارہ سے منع فرمایا  
اور نماز کو جاری رکھنے کا حکم دیا اور پھر حجرہ میں داخل ہو کر پردہ کھینچ لیا یہ

## وفات :-

اسی دن سہ پہر کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دیکھا، کہ نگاہیں آسمان  
کی طرف اٹھی ہوئی ہیں، اور زبان مبارک پر اللہم الرفیق الاعلیٰ  
(اے اللہ اے معزز رفیق) ہے سمجھ گئیں کہ رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کا وقت

قریب ہے چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں نبوت کا سوج اپنی روشنی سے ہزاروں چاند ستاروں کو چمکاتا چھوڑ کر دنیا کی ظاہری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون حضور کی عمر مبارک قمری حساب سے ۶۳ سال تین دن اور شمسی حساب سے ۶۱ سال ۸۴ دن کی ہوئی۔ ۵

## صحابہ کا ہراس :-

سرکارِ نامدار کے وصال کی خبر بجلی کی طرح آن کی آن میں ادھر سے ادھر تک پھیل گئی، مگر صحابہ کرام کے دل میں آپ کی محبت اور عظمت اس درجہ تھی کہ وہ کسی طرح حضور کی جہلی کا تصور دماغ میں لانے کے لئے تیار نہ تھے۔ اور ان کا دل اس بات کو نہیں مانتا تھا کہ موت کا فرشتہ سرورِ عالم صلعم پر بھی قابو پاسکتا ہے چنانچہ حضرت عمرؓ تو تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور فرماتے لگے جو یہ کہے گا کہ سرکارِ نامدار کا وصال ہو گیا میں اس کی گردن ہاڑ دوں گا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خدا تعالیٰ نے سمجھ اور برداشت کا مادہ سب سے زیادہ دیا تھا۔ آپ نے جب یہ حالت دیکھی تو مسجد میں تشریف لائے اور اعلان کیا۔

لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ آپ کا وصال ہو گیا اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اور پھر اس کے بعد دلیل کے طور پر یہ آیت پڑھی :-

محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خدا کے ایک مہول  
 ہی تو ہیں جن سے پہلے اور بھی بہتے رسول گزرتے  
 چکے ہیں تو کیا اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں  
 تو تم اُلٹے پاؤں (اسلام سے) پھر جاؤ گے اور  
 جو شخص اُلٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں  
 بگاڑ سکتا اور اللہ جلد ہی شکر گزاروں کو بدلہ دیگا

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ  
 مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ  
 أَوْ قُتِلَ لَلْقَلْبِ تَمَّ عَلَىٰ عَصَابِكُمْ  
 وَأَنتُمْ سِنَقِلٌ وَعَلَىٰ عِزِّ قَلْبِنَا  
 يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا مَا وَسَّيْحَنِي  
 اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝

## وفن :-

حضرت ابو بکرؓ کے اس اعلان کے بعد صحابہ کو کہیں حضور کی وفات  
 کا یقین آیا۔ آپ کو غسل دے کر جنازہ مبارک حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی  
 کے حجرہ میں رکھ دیا گیا۔ صحابہ ایک ایک کر کے آتے رہے اور نماز ادا کر کے  
 جاتے رہے۔ یہ سلسلہ چار شنبہ (بدھ) کی مات تک جاری رہا۔ جب  
 سب صحابہ اپنے پیارے نبیؐ کا آخری دیدار کر چکے تو انبیائے کرامؑ کے  
 دستور کے مطابق اسی حجرہ میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ قبر شریف اچھا،  
 ایک بالشت اور نچی بنائی گئی۔

## حلیہ مبارک

حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن طرح کمال باطنی سے مزین تھے، اسی طرح جمال ظاہری سے بھی آراستہ تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک سُرخ و سفید اور چمکیلا تھا، سیاہ رنگسی آنکھیں تھیں جن میں سُرخ ڈور سے پڑے تھے، پلکیں باریک اور گھنی تھیں، ناک ستواں تھی۔ پیشانی چوڑی تھی۔ داڑھی گھنی تھی جس سے سینہ مبارک بھر جاتا تھا۔ سینہ کشادہ تھا، مونڈھے بھاری تھے بادو پہنچے اور ٹانگیں پر گوشت تھیں، ہتھیلیاں اور قدم چوڑے تھے۔ سینہ اور ناف کے درمیان بالوں کا ایک باریک ڈورا تھا۔ سر کے بال کسی قدر خم کھائے ہوئے تھے۔ دانت اولوں کی طرح چمکیلے تھے۔ گردن صراحی دار تھی۔ قد درمیانی تھا۔ پھر بھی کسی کے ساتھ چلتے تو اس سے کچھ نکلتے ہوئے ہی معلوم ہوتے جسم گھٹا ہوا تھا اور گوشت نرم۔ برابر بن عاذب کہتے ہیں کہ میں نے سرخ حلقہ میں کسی شخص کو رسول اکرم صلعم سے زیادہ خوبصورت نہیں پایا۔ ابو ہریرہ رضی

کہتے ہیں کہ آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند تھا حضرت علیؑ نے کہا ہے کہ جو آپ کو دیکھا ایک دیکھتا مرعوب ہو جاتا اور جو آپ سے ملتا جلتا آپ کو محبوب بنا لیتا، جو آپ کا وصف بیان کرتا اسے کہنا بڑھتا کہ ”آپ جیسا نہ کوئی آپ سے پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد“ یہی وجہ تھی کہ بہت سے کا قرآب کا چہرہ زیادہ دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے اور کہہ اٹھتے تھے کہ ”جھوٹے کی صورت ایسی نہیں ہو سکتی“۔

## امت کی مائیں :-

سرکارِ نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی ضرورتوں کی وجہ سے عرب کے مختلف خاندانوں سے تعلقات پیدا کرنے کے لئے کئی شادیاں کیں آپ کی محترم بیویوں کے درجہ آپ کی امت کی مائیں ہیں (نام یہ ہیں :-  
 حضرت خدیجہ بنت خویلد - حضرت سودہ بنت زمعہ - حضرت عائشہ بنت ابی بکر - حضرت حفصہ بنت عمر - حضرت زینب بنت خزیمہ - حضرت ام سلمہ بنت سہیل - حضرت زینب بنت جحش - حضرت جویریہ بنت حارث - حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان - حضرت صفیہ بنت حبیبہ - حضرت میمونہ بنت الحارث ۔

ان محترم بیویوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ آپ کے نکاح میں آئیں اس وقت ان کی عمر چالیس کی اور حضورؐ کی پچیس سال کی تھی جب تک حضرت خدیجہؓ زندہ رہیں آپ نے کوئی دوسری شادی نہ کی۔ پچیس سال کی رفاقت کے بعد جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسری

شاویاں کہیں۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک پچاس سال کی ہو چکی تھی۔ حضورؐ کی وفات کے وقت حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینب بنت خزیمہ کے علاوہ باقی سب امت کی مائیں، مہر جو دھتھیں۔ ان ماؤں سے امت کو بہت ہی دین کی باتیں معلوم ہوئیں۔ خاص کر حضرت عائشہؓ بنت ابی بکر صدیق کی بیان کی ہوئی حدیثوں سے تو کتب حدیث کے خزائن نے بے عز ہیں۔

## اولاد مبارک :-

سرکارِ نادرِ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) حضرت قاسمؓ۔ (۲) حضرت عبداللہؓ۔ (۳) حضرت ابراہیمؓ۔ (۴) حضرت زینبؓ۔ (۵) حضرت رقیہؓ۔ (۶) حضرت فاطمہؓ۔ (۷) حضرت ام کلثومؓ۔

سوائے حضرت ابراہیم کے، حضورؐ کی یہ تمام اولاد، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضرت ابراہیمؓ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہؓ کو مصر کے بادشاہ مقوقس نے حضورؐ کے پاس ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا اور یہ حضورؐ کی "ام ولد" بن گئی تھیں۔

حضورؐ کے تینوں صاحبزادے بچپن ہی میں خدا کو پیار سے ہوئے البتہ سب صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور پہوان چڑھیں۔ حضرت زینبؓ کا نکاح ان کے مخالف زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع

سے ہوا جو ہجرت کے بعد مدینہ آکر مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ حضرت  
 علیؓ کے گھر کی زینت بنیں اور حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کے بعد  
 دیگر سے حضرت عثمانؓ کے عقد میں آئیں۔ مگر حضرت فاطمہؓ کے سوا کسی سے  
 اولاد کا سلسلہ نہ چلا۔ حضرت فاطمہؓ کے دو صاحبزادے حضرت حسنؓ اور  
 حضرت حسینؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ پیدا  
 ہوئیں۔ گلشن نبوت کے دو ٹولے تو نہالوں (حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ)  
 سے بہت سے گل بوٹے کھلے۔ اور سرکارِ نامداری جسامتی اولاد کا سلسلہ  
 پھیلا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰت +  
 وحیاہم باطیب الصیات + ورفع المہاجرین والانصار فی  
 ارفع الدرجات +

# اخلاق و معادات سرور کا نشا

آپ اپنی تعلیم کا خود مکمل عملی نمونہ تھے، مجمع عام میں جو کچھ فرماتے گھر کی تنہائی میں بھی اسی رنگ میں نظر آتے، 'اخلاق و عمل اور طہارت و پاکیزگی کا جو نکتہ دوسروں کو سکھاتے پہلے خود اس کا عملی نمونہ بن جاتے، انسان کی حالت کا بیوی سے زیادہ کون انما راہ لگا سکتا ہے لوگوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت کے اخلاق کیسے تھے انھوں نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے، جو کچھ قرآن میں ہے وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تھے، یعنی آپ کی ساری زندگی قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی اور آپ کا اخلاق سب سے تن قرآن تھا، خود قرآن نے اس کی گواہی دی اور اعلان کیا انک لعلى خلق عظیم یعنی اسے حضور آپ بے شبہ حسن اخلاق کے بڑے مرتبے پر مفاخر ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ۲۵ برس تک آپ کی خدمت میں رہی تھیں نبوت کے شروع کے دنوں میں آپ کو ان لفظوں سے تسلی دیتی تھیں، "خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی غمگین نہ کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحم کرتے ہیں، عزیزوں، رشتہ داروں کا حق ادا کرتے ہیں، مقروضوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں بے سہاراں

اور عربوں کی امداد کرتے ہیں، مہاتوں کی خاطر کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں، مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں“

حضرت علی رضی اللہ عنہ جو شروع نبوت سے آخر عمر تک کم و بیش ۲۴ سال خدمت اقدس میں رہے تھے ان سے ایک دفعہ حضرت امام حسینؑ نے آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق سوال کیا، حضرت علیؑ نے فرمایا: ”آپ نرم خو، خندہ جبیں، مہربان، رحمدل تھے، سخت مزاج اور تنگدل نہ تھے، کوئی برا کلمہ منہ سے کبھی نہیں نکالتے تھے، عیب جو نہ تھے، کوئی ایسی بات ہوتی جو آپ کو ناپسند ہوتی تو اس سے چشم پوشی فرماتے تھے، اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے بالکل دور کر دی تھیں، بگڑت و مباحثہ، مہرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا، دوسروں کے متعلق بھی تین چیزوں سے پرہیز کرتے تھے، کسی کو برا نہیں کہتے تھے، کسی کے اندر کے حالات کی ٹوہ اور تلاش میں نہیں رہتے تھے، کسی کے عیب نہیں نکالتے تھے۔ وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکلتا، کوئی باہر کا بے پڑھا لکھا آدمی اگر میاں کی سے گفتگو کرتا تو تحمل فرماتے اور برواشت سے کام لیتے، دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی آپ کے احسان و انعام کا شکر یہ ادا کرتا تو قبول فرماتے، جب تک بولنے والا خود چپ نہ ہو جاتا آپ اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے، نہایت فیاض، نہایت سچے، نہایت خیریں مزاج اور نہایت خوش صحبت تھے، اگر کوئی وقتاً آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا آپ سے محبت کرنے لگتا اور بے تکلف ہو جاتا تھا“

جہاں تک ہو سکتا سب کی درخواست پوری کرتے، تمام عمر کسی کے سوال پر نہیں، نہیں کہا، خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھلاتے، ایک مرتبہ ایک صحابی کی شادی ہوئی ان کے پاس ولیمہ کا کچھ سامان نہ تھا، حضور نے ان سے فرمایا کہ عاکشہ کے پاس جاؤ اور اٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ، لانگ گھر میں اس اٹے کے علاوہ شام کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، دنیا سے بے تعلق اور فیاضی کی یہ کیفیت تھی کہ گھر میں نقد کی صورت میں جو کچھ ہو تا جب تک وہ سب خیرات نہ کر دیا جاتا۔ اکثر گھر میں آرام نہ فرماتے، ایک بار مذک کے رئیس نے چار اونٹوں پر غلہ بھیجا اس کو بیع کر قرض ادا کیا گیا پھر بھی کچھ بیع رہا آپ نے فرمایا کہ جب تک کچھ بھی باقی رہے گا میں گھر میں نہیں جا سکتا، رات مسجد میں گزاری، دوسرے دن جب معلوم ہوا کہ بچا ہوا غلہ تقسیم ہو چکا ہے تو گھر تشریف لے گئے۔

خنطور کی جہان نوازی کا عام شہرہ تھا، آپ کے یہاں مسلمان اور غیر مسلمان سب ہی جہان ہوتے، آپ سب کی عادات کرتے اور بنفس نفیس سب کی خدمت کرتے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جہان آگئے اور گھر میں جو کچھ موجود ہے وہ ان کو کھلا دیا گیا اور پورے گھر نے فاتحہ کیا،

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کے یہاں ایک غیر مسلم جہان ہوا، آپ نے اسے ایک بکری کا دودھ دیا وہ پورا دودھ پی گیا، آپ نے دوسری بکری منگائی یہ اس کا بھی دودھ پی گیا، یہاں تک سات بکریوں تک یہ سلسلہ قائم رہا جب تک اس کا پیٹ نہیں بھر گیا آپ برابر دودھ پلاتے رہے۔ راتوں کو اٹھا اٹھ کر جہانوں کی دیکھ بھال فرماتے تھے گھر میں بہتے

تو گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے اگرچہ آپ کے بے شمار جاں نثار خادم موجود تھے ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا آپ گھر میں کیا کیا کرتے تھے، جواب دیا کہ گھر کے کاموں میں لگے رہتے تھے، کپڑوں میں اپنے ہاتھ سے پیوند لگاتے تھے، گھر میں خود جھاڑو دے لیتے تھے۔ جتنی پھٹ جاتی تو خود گانٹھ لیتے تھے۔ خود ہی بکریوں کا دودھ دودھ لیتے تھے، اونٹ کو اپنے ہاتھ سے بانڈھ دیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت ائشہؓ خدمتِ مبارک میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ دونوں جہاں کا سردار اپنے دستِ مبارک سے اونٹ کے بدن پر تیل مل رہا ہے۔

مجمع میں بیٹھتے تو سب کے برابر سوکر بیٹھتے، مسجدِ نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں سب مزدوروں کے ساتھ مل کر آپ نے بھی کام کیا۔ آپ کی نگاہ میں امیر و غریب، آقا و غلام سب برابر تھے۔ مسلمان و صہیب اور بلال کہ سب کے سب غلام رہ چکے تھے آپ کی بارگاہ میں قریش کے بڑے بڑے رئیسوں سے کم مرتبہ نہ تھے۔

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت جو رمی کے جرم میں گرفتار ہوئی حضرت آسامہؓ جن کو آپ بہت چاہتے تھے لوگوں نے اس عورت کے متعلق ان سے سفارش کرائی آپ نے فرمایا کیا تم حدودِ خداوندی میں سفارش کرتے ہو پھر آپ نے مجمع سے فرمایا کہ تم سے پہلے کی قومیں اس لئے برباد ہوئیں کہ ان کا طریقہ یہ ہو گیا تھا جب کوئی بڑا آدمی جرم کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور معمولی اور کم درجہ کا آدمی مجرم ہوتا تو سزا پاتا غلطی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی جو رمی کرتی تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جاتے۔

غزوہ بدر میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے، قیدیوں کو فد یہ لے کر رہا کیا جاتا تھا۔ بعض نیک دل انصار نے اس بنا پر کہ عباسؓ آپ سے قربت رکھتے ہیں گزارش کی یا رسول اللہ! اجادت دیجئے کہ ہم اپنے بھانجے (عباسؓ) کا نذر فد یہ معاف کر دیں آپ نے فرمایا نہیں ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے پورے دس برس خدمت اقدس میں گزارے مگر اتنی لمبی مدت میں آپ نے مجھے نہ کبھی ڈانٹا نہ مارا نہ یہ پوچھا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا۔ اور یہ کیوں نہیں کیا آپ نے تمام عمر کبھی کسی کو نہیں مارا یا

بھی حضرت انسؓ دوسری روایت میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بہادر تھے ایک دفعہ مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آ پہنچے لوگ مقابلہ کے لئے تیار ہوئے لیکن سب پہلے جو شخص آگے بڑھ کر نکلا وہ خود حضور صلعم تھے آپ نے اس کا بھی انتظار نہیں فرمایا کہ گھوڑے پر زمین کسی جائے، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر تمام خطروں کے موقعوں کا چکر لگایا اور وہیں تشریف لا کر لوگوں کو تسکین دی کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے اس کے باوجود تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا اور نہ کبھی کسی سے انتقام اور بدلہ لیا احد کے میدان میں جب آپ پر ہر طرف سے پتھروں، تیروں، تلواروں اور نیزوں کی بارش ہو رہی تھی آپ اپنی جگہ پر اسی طرح کھڑے رہے جنھیں کی رطائی میں اکثر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے، عام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

لڑائی کے اکثر معرکوں میں وہاں ہوتے تھے جہاں کھڑا ہونا پڑے بڑے بہادری سے بہادری کا آخری کارنامہ سمجھتے تھے مگر ایسے خوفناک مقامات میں بھی آپ دشمن پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، اُحد میں جب سر مبارک زخمی اور دندان مبارک شہید ہوا یہی فرماتے رہے "خدا یا! انہیں معاف کر اور سیدھا راستہ دکھا کہ یہ جانتے نہیں" سالہا سال تک بے پناہ تکلیفیں اور مشقتیں اٹھانے کے بعد بھی مالوہی کا آپ کے اس پاس گزر نہیں ہوا، مکہ میں جو مصیبتیں آپ کے جاں نثار ساتھی جمیل رہے تھے ان سے کھرا کر ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ہم لوگوں کے لئے دعا کیوں نہیں فرماتے، حضور کا چہرہ انور یہ سن کر سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے ایسے بندگانِ خدا بھی گذرے ہیں جن کو آروں سے چیرا گیا، جن کے جسم پر لوہے کی کنگھیاں چلائی گئیں لیکن یہ ایذا میں بھی ان کو حق سے اور سچائی کے راستے سے پھرنے سکے، خدا کی قسم دین اسلام اپنے کمال کی انتہا کو پہنچ کر رہے گا یہاں تک کہ صنعا (دین) سے حضور موت ایک سو اس طرح بے کھٹکے چلا جائے گا کہ اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈرنے ہوگا" یہی ہوا اور آپ کا پرچم اقتدار سارے عرب پر لہانے لگا، آپ کے چہرہ بان چچا ابو طالب جنھوں نے آپ کے لئے اور آپ کی محبت کے لئے تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا تھا۔ جنھوں نے آپ کی خاطر فاقے اُٹھائے تھے اور رنگ رنگ کی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کی تھیں، قریش کے نہ ختم ہونے والے ظلموں کے تنگ آ کر انھوں نے ایک دفعہ حضور سے ہلکے اور مختصر لفظوں میں کہا جانِ عم! مجھ پر اتنا بار نہ ڈالو کہ میں اٹھانے سکوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابوں پشت و پناہ جو کچھ تھے ابو طالب تھے آپ نے یہ دیکھ کر کہ اب جان چھڑانے

و اے چچا کے پاؤں بھی لغزش کرنے لگے ہیں، آبدیدہ ہو کر فرمایا، چچا! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی اعلانِ حق سے باز نہ آؤں گا۔ خدا یا اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس پر قربان ہو جاؤں گا۔

آپ لین دین کے معاملوں میں آئینے سے بھی زیادہ صاف تھے فرماتے تھے سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض اچھی طرح سے ادا کرتے ہیں ایک بار آپ نے کسی سے اونٹ قرض لیا جب واپس کیا تو اس سے بہتر واپس کیا، ایک دفعہ کسی سے پیالہ بطور عاریت لیا اتفاق سے وہ گم ہو گیا آپ نے اس کا تاوان ادا فرمایا، ایسے ہی ایک دفعہ ایک شخص سے کچھ گھجوریں قرض لیں، چند دنوں کے بعد وہ شخص تقاضے کو آیا، آپ نے ایک انصاری کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کر دیں، انصاری نے جو گھجوریں دیں وہ اتنی عمدہ نہیں تھیں جیسی اس شخص نے دی تھیں چنانچہ اس نے لینے سے انکار کیا، اس پر انصاری نے کہا تم رسول اللہ کی دی ہوئی گھجوریں لینے سے انکار کرتے ہو، بولا ہاں، اللہ کا رسول بھی عدل نہیں کرے گا تو پھر کس سے توقع کی جائے حضور نے یہ باتیں سنیں تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور فرمایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔

ایفائے عہد اور وعدے کا پاس آپ کی ایسی خصوصیت تھی کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے بشہنشاہِ روم نے حضور کی صداقت کو جانچنے کے لئے ابوسفیان سے جو بہت سے سوال کئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا کبھی محمد نے بدچہدی کی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا نہیں۔

صفوان بن امیہ اسلام لانے سے پہلے دین حق کے بڑے سخت دشمنوں میں تھے۔ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو وہ بھاگ کر یمن کے ارادے سے جدہ چلے گئے ایک صحابی نے حاضر خدمت ہو کر واقعہ عرض کیا حضور نے اپنا عامہ مبارک مرحمت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ صفوان کے امان کی نشانی ہے، یہ صحابی عامہ مبارک لے کر صفوان کے پاس پہنچے اور کہا تم کو بھاگنے کی ضرورت نہیں تمہارے لئے امان ہے، صفوان جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو عرض کی کیا آپ نے مجھے امان دی ہے؟ فرمایا ہاں، یہ درست ہے، صلح حدیبیہ کی بہت سی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ سے جو کوئی مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا وہ مکہ والوں کے طلب کرنے پر واپس کر دیا جائے گا۔ ٹھیک اس وقت کہ معاہدے کے شرطیں لکھی جا رہی تھیں ابو جندلؓ پابزنجیر مکہ والوں کی قید سے بھاگ کر آئے اور حضور سے فریاد کی، تمام مسلمان یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے لیکن آپ نے صاف فرمایا، اے ابو جندل صبر کرو ہم بد عہدی نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ جلد تمہارے لئے کوئی راستہ نکالے گا؛

کافروں اور نامسلمانوں کے ساتھ آپ کے حسن خلق اور اچھے برتاؤ کے بہت سے واقعات ذکر کئے گئے ہیں حضرت اسامہ بیان کرتی ہیں کہ اسی صلح حدیبیہ کے زمانے میں ان کی ماں جو مشرک تھیں مدینہ میں ان کے پاس آئیں، اسامہ کو خیال ہوا کہ اہل شرک کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے، حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا آپ نے فرمایا ان کے ساتھ نیکی کرو، ابولبصرہ غفاری کا بیان ہے کہ وہ بحالت کفر مدینہ میں حضور کے ہمان ہوئے، اہل کفر کو گھری تمام بلبروں کا دودھ لیا

گئے لیکن آپ نے کچھ نہیں فرمایا پھر میری اس حرکت کی وجہ سے تمام گھر بھوکارہا۔

دنیا سے کامل بے رغبتی کے باوجود آپ خشک مزاج نہیں تھے اور آپ کو روکھا بن پسند نہ تھا، کبھی کبھی دلچسپی اور تفریح کی باتیں فرماتے ایک دفعہ حضرت انس کو پکارا تو فرمایا ”او دو کان والے“ ان لفظوں میں حضرت انس کی اطاعت شعاری کی طرف بھی خاص اشارہ تھا کیونکہ وہ ہر وقت حضور کے ارشادات پر کان لگائے رکھتے تھے۔

انہی حضرت انس کے چھوٹے بھائی ابو عمر نے جو بہت کم عمر تھے ایک ممولایا پال رکھا تھا، اتفاق سے وہ مر گیا، ابو عمر کو اس کی موت کا بہت رنج ہوا آپ نے اس بچہ کو غمزدہ دیکھ کر محبت کے پیار سے انداز میں فرمایا ابو عمر تمہارے ممولے نے یہ کیا کیا۔

ایک بار ایک بڑھیا خدمت مبارک میں حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور میرے لئے دُعا فرما دیجئے کہ مجھے بہشت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ بڑھیاں جنت میں نہ جائیں گی یہ سن کر اسے بہت طلال ہوا اور روتی ہوئی واپس چلی آپ نے حاضرین سے فرمایا اس سے کہدو کہ بڑھیاں جنت میں جائیں گی لیکن جوان ہو کر جائیں گی۔

آپ کی احتیاط کی یہ کیفیت تھی کہ کسی کے گھر جاتے تو دروازے کے دائیں بائیں کھڑے ہو کر اجازت طلب کرتے، سامنے اس لئے کھڑے نہ ہوتے کہ کہیں نظر گھر کے اندر نہ پڑ جائے۔

بیابانوں کی عیادت میں دوست، دشمن، مومن، کافر، مسلم، غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں تھی، صحیح روایتوں میں آیا ہے کہ ایک یہودی غلام

مرض الموت میں مبتلا ہوا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے۔  
حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور بیمار کی مزاج پر سی کا بہت اچھی  
طرح خیال رکھتے تھے۔

ایک حبشی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا وہ مر گیا تو لوگوں نے آپ کو  
اس کی خبر نہ کی، ایک روز آپ نے از خود اس کا حال دریافت فرمایا حاضرین  
نے کہا وہ تو انتقال کر گیا فرمایا تم نے مجھ کو خبر نہ کی لوگوں نے کچھ اس انداز  
سے جواب دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مرنے والا اس قابل نہیں تھا کہ حضور  
کو اس کے مرنے کی خبر کی جاتی، آپ نے لوگوں سے اس کی قبر دریافت فرمائی  
اور وہاں جا کر جنازے کی نماز پڑھی۔

بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ عادت مبارک یہ تھی کہ سفر  
سے واپس تشریف لاتے تو راستے میں جو بچے ملتے ان میں سے کسی کسی کو  
سواری پر اپنے ساتھ آگے پیچھے بٹھاتے، راستے میں بچے مل جاتے تو ان کو  
خود سلام کرتے۔

خالد بن سعید کی چھوٹی بیٹی حضور کی پشت مبارک پر جو مہر نبوت ابھری  
ہوئی تھی اس سے کھیلنے لگی خالد نے بیٹی کو ڈانٹا حضور نے روکا اور فرمایا  
کہ کھیلنے دو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور فرماتے تھے میں نماز اس ارادے  
سے شروع کرتا ہوں کہ دید میں ختم کروں گا و نقیصت سے کسی بچے کے لٹنے  
کی آواز آتی ہے تو مختصر کرتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہوگی۔

یہ محبت و شفقت مسلمان بچوں تک ہی محدود نہ تھی، مشرکوں کے  
بچوں پر بھی اسی طرح لطف و کرم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں

چند بچے جھپٹ میں آکر مارے گئے آپ کو اطلاع ہوئی تو بہت آزر دہ ہوئے۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ وہ تو مشرکین کے بچے تھے حضور نے فرمایا مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں خبردار بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار بچوں کو قتل نہ کرو ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔“

صفائی، ستھرائی کا خاص خیال رہتا تھا اور اس کا بہت اہتمام فرماتے تھے ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہونا کہ کپڑے دھولیا کرے۔

ایک دفعہ ایک شخص خراب کپڑے پہنے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ نے دریافت فرمایا تم کو کچھ مقدور ہے کہنے لگا جی ہاں، ارشاد ہوا خدا نے نعمت دی ہے تو صورت اور ظاہری انداز سے بھی اس کا اظہار ہونا چاہئے ایک شخص کے بال پریشان دیکھے تو فرمایا اس سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ بالوں کو درست کر لے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات کا یہ بیان جو تم نے ابھی پڑھا ہے اگرچہ آپ کے اخلاقی کمالات کی وسعت کے لحاظ سے بہت ہی چھوٹا سا بیان ہے پھر بھی اس کتاب کی حیثیت اور اس کے معمولوں کی ترتیب کے اعتبار سے کچھ بڑھ گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بچوں اور بچیوں اور اس کتاب کے تمام پڑھنے والوں کو دونوں جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک الذکر ہی ہونی، خصلتوں اور بلند اخلاق کے مطالعہ کا اچھی طرح موقع مل جائے اور وہ اپنی زندگی اور زندگی کے ہر شعبے کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

## يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی  
 سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیہی کی  
 سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے  
 سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھسا کر پھول برسائے  
 سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں  
 سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں  
 سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں سے دی  
 سلام اُس پر ابو سفیان کو جس نے اماں سے دی  
 سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں  
 سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں  
 سلام اُس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے  
 سلام اُس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے  
 سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا  
 سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بھجونا تھا  
 سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا

سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا  
 سلام اُس پر جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا  
 سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاٹے میں سوتا تھا  
 سلام اُس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے  
 سلام اُس پر کہ جس کی ذاتِ فخرِ آدمیت ہے  
 سلام اُس پر کہ جس نے جموں لیاں بھر دیں فقیروں کی  
 سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی  
 سلام اُس پر کہ تھا "الفقرِ فخری" جس کا سایا  
 سلام اُس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نثر تھا سایا  
 سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں  
 سلام اُس پر کہ جموں کو جس نے فرمایا "یہ میرے ہیں"  
 سلام اُس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی  
 سلام اُس پر کہ جس کی سنگِ پاروں نے گواہی دی  
 سلام اُس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا  
 سلام اُس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا  
 سلام اُس پر فضا جس نے زمانہ کی بدل ڈالی  
 سلام اُس پر کہ جس نے کفر کی قوت کچل ڈالی  
 سلام اُس پر شاہستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو  
 سلام اُس پر کہ ساکن کر دیا طوفان کی موجوں کو  
 سلام اُس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا  
 سلام اُس پر کہ جس نے پنجہ بیداد کو موڑا

سلام اُس پر سرِ شاہنشہی جس نے جھکایا تھا  
 سلام اُس پر کہ جس نے کھنر کو نیچا دکھایا تھا  
 سلام اُس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا  
 سلام اُس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا  
 سلام اُس پر جھلا سکتے نہیں جس کا کبھی احسان  
 سلام اُس پر مسلمانوں کو دی تلوار اور تر آں  
 سلام اُس پر کہ جس کا نام لے کر اس کے شیدائی  
 الٹا دیتے ہیں تختِ قیصریت اور ج وارانہی  
 سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں  
 بڑھا دیتے ہیں فلکِ اسرفروشی کے فسانے میں  
 سلام اُس پر کہ جس کے نام کی عظمت پر کٹ مرنا  
 مسلمان کا یہی ایسا یہی مقصد یہی شیوا  
 سلام اُس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے  
 سنا سکتے ہیں اب بھی حنا لہو حیدر کے افسانے  
 درود اُس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل و جاں ہے  
 درود اُس پر کہ جس کے اخلق کی نفیر تر آں ہے  
 درود اُس پر کہ جس کی بزم میں شمت نہیں سوتی  
 درود اُس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی  
 درود اُس پر تبسم جس کا گل کے مسکرانے میں  
 درود اُس پر کہ جس کا فیض ہے سارے زمانے میں  
 درود اُس پر کہ جس کا نام لے کر پھول کھلتے ہیں

درود اُس پر کہ جس کے فیض سے دو دوست ملتے ہیں  
 درود اُس پر کہ جس کا تذکرہ عین عبادت ہے  
 درود اُس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے  
 درود اُس پر کہ جو حقاً صدیہ محفل پاکبانوں میں  
 درود اُس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نسا زوں میں  
 درود اُس پر مکیں گنبدِ خضرا جسے کہتے  
 درود اُس پر شبِ معراج کلوہا جسے کہتے  
 درود اُس پر جسے شمعِ شبستان ازل کہتے  
 درود اُس پر ابد کی بزم کا جس کو کنول کہتے  
 درود اُس پر بہارِ گلشنِ عالم جسے کہتے  
 درود اُس ذات پر فخرِ بنی آدم جسے کہتے  
 رسولِ مجتبیٰ کہتے محمد مصطفیٰ کہتے  
 وہ جس کو ہادی "رع مالکِ خدا صفا" کہتے  
 درود اُس پر کہ جو ماہما کی امیدوں کا طبع ہے  
 درود اُس پر کہ جس کا دونوں عالم میں نہارا ہے  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا  
 وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَصَحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِمْ وَسَلَّمَ

# جدول واقعات مشہورہ سیرت نبوی

(ماخوذ از محمد رسول اللہ، مطبوعہ مصر)

واقعه	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری
ولادت حضرت عبداللہ والد ماجد رسول اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	۵۲۵	
واقعه قبیل	۵۷۰	
ولادت سرکار نامدار <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	۵۷۰	۱۰ اگست ۵۷۰
ولادت حضرت ابوبکر صدیق <small>رضی اللہ عنہ</small>	۵۷۳	
وفات حضرت آمنہ والدہ ماجدہ رسول اکرم <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small>	۵۶۴-۶۵	
وفات حضرت عبدالمطلب	۵۷۸	
ولادت حضرت عمر <small>رضی اللہ عنہ</small>	۵۸۱	
ملک شام کا پہلا سفر	۵۸۲	
حرب خیبار	۵۹۰-۸۰	
ملک شام کا دوسرا سفر	۵۹۵	
حضرت فدیمہ الکبریٰ سے نکاح	۵۹۵	

تاریخ ہجری	تاریخ عیسوی	واقعه
	۶۰۰-۶۰۱	ولادت حضرت علی رضی
	۶۰۵	تجدید بنارس کعبہ
	۶۱۰	آغاز وحی
	۶۱۲-۱۳	ولادت حضرت عائشہ رضی
	۶۱۵	ہجرت حبشہ
	۶۱۶	مقاطعہ قریش
	۶۲۰	وفات ابوطالب
	۶۲۰	وفات حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی
	۶۲۱	اسرار و معراج
	۶۲۱	بیعت عقبہ اولیٰ
	جون ۶۲۲	ہجرت مدینہ
ہجرت کے آنے میں پہلی	۶۲۳	سریہ عبیدہ بن الحارث
" بارہویں "	جون ۶۲۳	غزوہ ابوار
" تیرہویں "	جولائی ۶۲۳	غزوہ بواط
" سولہویں "	اکتوبر ۶۲۳	غزوہ معشیرہ
" سترہویں "	نومبر ۶۲۳	سریہ عبداللہ بن جحش
" انیسویں "	جنوری ۶۲۴	غزوہ بدر کبریٰ
شوال ۲	فروری ۶۲۴	غزوہ بنی قنیقاع
زی حجہ ۲	اپریل ۶۲۴	غزوہ سونق
جمادی الاخریٰ ۳	ستمبر ۶۲۴	سریہ زید بن حارثہ

واقعه	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری
غزوہ احد	جنوری ۶۲۵ء	شوال ۳ء
واقعه رجع	مئی ۶۲۵ء	صفر ۴ء
سریہ بئر معونہ	"	"
غزوہ بنی النخعیر	جون ۶۲۵ء	ربیع الاول ۴ء
غزوہ دومتہ الجندل	جولائی ۶۲۶ء	"
غزوہ بنی المصطلق	دسمبر ۶۲۶ء	شعبان ۵ء
غزوہ خندق	فروری ۶۲۷ء	شوال ۵ء
غزوہ بنی قریظہ	اپریل ۶۲۷ء	ذی قعدہ ۵ء
غزوہ بنی الحیان	جون جولائی ۶۲۷ء	ربیع الاول ۶ء
غزوہ ذی قرد	جولائی ۶۲۷ء	"
سریہ الغمر	اگست ۶۲۷ء	ربیع الثانی ۶ء
سریہ زید بن حارثہ جانبِ عیص	ستمبر ۶۲۷ء	جمادی الاولیٰ ۶ء
سریہ دوم زید بن حارثہ جانبِ حسمی	اکتوبر ۶۲۷ء	جمادی الآخرہ ۶ء
سریہ عبداللہ بن قتیک	دسمبر ۶۲۷ء	رمضان ۶ء
سریہ عبداللہ بن رواحہ	جنوری ۶۲۸ء	شوال ۶ء
صلح حدیبیہ	فروری ۶۲۸ء	ذی قعدہ ۶ء
شاہان روم و ایران کو دعوت اسلام	مئی ۶۲۸ء	"
رسول اکرم صلعم کا عقد حضرت ام حبیبہ سے	اگست ۶۲۸ء	جمادی الاولیٰ ۶ء
غزوہ خیبر	اگست ۶۲۸ء	محرم ۶ء
عمرہ قنار	فروری ۶۲۹ء	ذی قعدہ ۶ء

واقعه	تاریخ عیسوی	تاریخ ہجری
سرتیہ موتہ	ستمبر ۶۲۹ء	جمادی الاولیٰ ۱۰ھ
سرتیہ ذات السلاسل	اکتوبر ۶۲۹ء	جمادی الآخر ۱۰ھ
سرتیہ الخبط	نومبر ۶۲۹ء	رجب ۱۰ھ
سرتیہ ابی قتادہ	دسمبر ۶۲۹ء	شعبان ۱۰ھ
فتح مکہ	جنوری ۶۳۰ء	رمضان ۱۰ھ
غزوہ مخین	فروری ۶۳۰ء	۱۰ شوال ۱۰ھ
غزوہ طائف		حشطل ۱۰ھ
ولادت حضرت ابراہیمؑ	اپریل ۶۳۰ء	ذی الحجہ ۱۰ھ
سرتیہ عینہ بن حصین		محرم ۱۰ھ
سرتیہ علقمہ بن مجزز	جولائی ۶۳۰ء	ربیع الآخر ۱۰ھ
سرتیہ علی بن ابی طالب (جانب فلس)		
غزوہ تبوک	اکتوبر ۶۳۰ء	رجب ۱۰ھ
حج البکر صدیقؑ	مارچ ۶۳۱ء	ذی الحجہ ۱۰ھ
سرتیہ خالد بن ولیدؑ	جون ۶۳۱ء	ربیع الاول ۱۱ھ
وفات حضرت ابراہیمؑ		
وفات حضرت علی (جانب یمن)	دسمبر ۶۳۱ء	رمضان ۱۱ھ
حجۃ الوداع	اپریل ۶۳۲ء	ذی الحجہ ۱۱ھ
تیلہی حدیث حضرت اسامہ برائے روانگی شاہ	مئی ۶۳۲ء	صفر ۱۱ھ
وفات سرکار نامہ دار صلعم	۹ جون ۶۳۲ء	ربیع الاول ۱۱ھ
(رحمتی رقم سہلانپوری)		

## ”خلافتِ راشدہ“

تاریخ ملت کا دوسرا حصہ جس میں عہدِ خلفاءِ راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واقعات مستند قدیم و جدید عربی تاریخوں کی بنیاد پر صحت و معیشت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اور انھیں بے کم و کاست مورخانہ ذمہ داری کے ساتھ سپردِ قلم کیا گیا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے ان ایمان پر ورا ورجوات آفریں کا ناموں کو خصوصیت کے ساتھ نمایاں کر کے پیش کیا گیا ہے جو تاریخِ اسلامی کی پیشانی کا نور ہیں اور جنہیں پڑھ کر آج بھی قرندمان قوم کے مردہ و افسردہ دلوں میں زندگی و حرارتِ ایمانی کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔ تو نہا لابلت کے دماغوں کی اسلامی اصول پر تربیت کے لئے یہ کتاب بہترین ہے۔ کتاب کی ترتیب میں تاریخ نویسی کے جدید طرز کو ملحوظ رکھا گیا ہے، زبان شستہ و رفتہ استعمال کی گئی ہے اور طرزِ بیان دلچسپ و دل نشین اختیار کیا گیا ہے، واقعات کے بیان کے ساتھ ان واقعات کے اسباب و علل اور ان کے اثرات و نتائج سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔

یہ کتاب کالجوں اور سکولوں کے کورس میں داخل ہونے کے لائق ہے، کتاب کی ترتیب کے وقت اس بات کا خاص طور پر محاذ رکھا گیا ہے۔ ایسی معتبر سلیس اور جامع کتاب کی اشاعت کے بعد بے تکلف کہا جاسکتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے رنگ کی کوئی کتاب ہمارے لٹریچر میں موجود نہیں تھی۔ صفحات ۷۶، قیمت غیر مجلد تین روپے آٹھ آنے۔ قیمت مجلد چار روپے چار آنے۔

# خلافتِ نبویؐ

تاریخِ ملت کا تیسرا حصہ جس میں تمام خلفائے نبویؐ امیتہ کے حالات و واقعات بڑی کاوش سے جمع کئے گئے ہیں۔  
اخذ و بیان میں صحت و جامعیت کا پورا احوال رکھا گیا ہے اور بعض نازک  
مصلحوں پر اختلاف کی راہ اختیار کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔  
اسی کے ساتھ ہر فریقہ کے دورِ حکومت اور اس کی خصوصیات پر بصیرت  
افروز تبصرہ کیا گیا ہے۔ کتاب کی ترتیب تاریخ نویسی کے جدید اصول  
کی گئی ہے جن بموجب لے خلافتِ راشدہ کا مطالعہ کیا ہے وہ  
کتاب کے اس حصہ کی خصوصیتوں کا اچھی طرح اندازہ  
کر سکتے ہیں صفحات ۲۸ قیمت ۱۰ روپے

تے













